اخبار الرایہ

شمارنمبر598

(2026-مئی-06)

(عربی سے ترجمہ)

لبنان اوریہودی وجود کے مابین غدارانہ مذاکرات 2
امریکہ اور انڈونیشیا کے مابین "میجر ڈیفنس کوآپریشن پارٹنرشپ" (MDCP) 10
مسلم ممالک اور مصنوعی غربت! 18
حزب التحریر / ولایہ تیونس سالانہ خلافت کانفرنس "خلافت کے ذریعے ہی ہم امریکی بالادستی کا مقابلہ کریں گے" 20
ایران کی مذاکراتی حکمتِ عملی: تبدیلیوں اور ثابت قدمی کے درمیان 21
جنگ چوتھے سال میں داخل ہو گئی ہے: سوڈان کس سمت جا رہا ہے؟! 25
ازبک حکومت اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف جنگ کا ایک نیا مرحلہ 29
اے مصر کی فوج! تمہاری مشقیں یہودیوں کو خوفزدہ کر دیتی ہیں۔ تو کیا ہو گا اگر تم فوجی نقل و حرکت کا اعلان کر دو؟! 30
عراق کا سیاسی منظر نامہ: مسئلہ اور اس کا حل 31
کیا مالی میں ریاست کے اقتدار کا خلا پُر کرنے کے لیے بغاوت دوبارہ لوٹ آئے گی؟ 35
مصر کی تیل کی کمپنیوں کی نجکاری شرعی قانون کی رو سے باطل ہے 39
اے پاک فوج کے مخلصو! ایک سنہری موقع جسے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہرگز ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے! 41

یہودی وجود کا تکبر اور فلسطین و دیگر مسلم سرزمینوں میں اس کے بڑھتے ہوئے جرائم کا علاج محض مذمتی بیانات اور ناراضگی کے اظہار سے ممکن نہیں، اور نہ ہی نام نہاد بین الاقوامی قانون یا دیگر فرسودہ نعروں کی بنیاد پر ان کی مخالفت کرنے سے کچھ حاصل ہو گا۔ اس کی بجائے، اس کے خلاف ایک سنجیدہ اور حقیقی موقف اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے امت کی افواج کو متحرک کرنا لازم ہے تاکہ وہ اس یہودی وجود کو پوری طرح ذلیل و خوار کر دیں، اور جس چیز پر بھی قابض ہوں اسے تہس نہس کر دیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے جس نے فرمایا: ﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الآخِرَةِ لِيَسُوؤُواْ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُواْ الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُواْ مَا عَلَوْاْ تَتْبِيراً﴾ "پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو مسلط کیا) تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح داخل ہوں جس طرح پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر ان کا زور چلے اسے تباہ کر کے رکھ دیں۔" [سورۃ الاسراء: آیت 7]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال وجواب

لبنان اور یہودی وجود کے مابین غدارانہ مذاکرات

(ترجمہ)

سوال:

واشنگٹن میں لبنان اور یہودی وجود کے سفیروں کے مابین مذاکرات منعقد ہوئے۔ ان مذاکرات کو اعلیٰ سطح کے امن مذاکرات گردانا جارہا ہے، جس کے تحت دس دن کی جنگ بندی کی گئی، جسے بعد میں 24 اپریل، 2026ء کو بڑھا کر تین ماہ تک کر دیا گیا۔ تاہم، یہودی وجود اپنی جارحیت میں مسلسل اضافہ کرتا چلا جارہا ہے۔ "قابض فوج نے اعلان کیا کہ اس نے راتوں رات جنوبی لبنان میں پچاس سے زائد مقامات کو نشانہ بناتے ہوئے متعدد حملے کئے... الجمہور، 2 مئی، 2026ء"۔

تو آخر اس جارحیت کا کیا مقصد ہے، یا پھر اسے یوں سمجھا جائے جیسا کہ ٹرمپ نے کہا کہ، طاقت کے ذریعے امن کا قیام؟ اور اگر ایسا ہے تو پھر آخر لبنان کے حکمران اس قدر غداری پر مبنی مذاکرات کو یوں کھلے عام کیسے قبول کر سکتے ہیں، کجا یہ کہ خفیہ طور پر ہوتے، کیا یہ اقدامات نارملائزیشن کی راہ ہموار کرنے کی نشاندہی کرتے ہیں؟ براہِ کرم وضاحت فرمادیں، ہم آپ کے شکر گزار اور ممنون ہیں۔

اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے!

جواب:

مذکورہ بالا سوالات کے جواب کی وضاحت کے لئے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیں گے:

1- 2025ء میں ٹرمپ انتظامیہ نے دوبارہ برسرِ اقتدار آجانے کے ساتھ ہی ٹرمپ کے پرانے منصوبے، یعنی "ابراہام معاہدات" کو بھی نئے سرے سے سامنے لے آئے، جس میں "نارملائزیشن" کے وعدے کئے گئے، اور مزید یہ کہ یہودی وجود کو طاقت فراہم کر کے خطے میں غلبہ دینے اور امریکی مفادات کے ایک بڑے حصے کی نگرانی اس کے سپرد کرنے کی بات کی گئی۔

14 اپریل، 2026ء کو واشنگٹن میں لبنان میں امریکہ کے ایجنٹوں اور یہودی وجود کے مابین ہونے والے مذاکرات کا آغاز اُس سکیورٹی معاہدے سے کہیں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر تھا، جسے حکومت قتل وغارت روکنے، تباہی کے خاتمے اور جنوب کی آزادی کی ایک کاوش کے طور پر پیش کر رہی ہے۔ درحقیقت، یہ مذاکرات ٹرمپ کی "نارملائزیشن ٹرین" میں سوار ہونے کے لئے ایک بھرپور پیش رفت تھی۔

اگرچہ یہ "پہلا" اجلاس سفیروں کی سطح پر ہی تھا، تاہم صدر ٹرمپ نے معاملات میں تیزی لانے کی غرض سے اعلان کر دیا کہ 'لبنانی صدر، عون جوزف اور یہودی وجود کے وزیرِ اعظم، نیتن یاہو کے مابین ٹیلیفون پر مزید گفتگو ہو گی، اور یہ بھی نشاندہی کی کہ اس نوعیت کا رابطہ دہائیوں سے نہیں ہوا' (i24۔:16-اپریل-2026ء)۔ بہر حال جب یہ ٹیلیفونک رابطہ نہ ہو سکا تو ٹرمپ نے نارملائزیشن کے معاملات میں تیزی برقرار رکھنے پر اصرار کیا۔ ٹرمپ کے وزیرِ خارجہ نے لبنانی صدر سے رابطہ کیا، اور پھر خود ٹرمپ نے بھی لبنانی صدر کو فون کیا—جو کہ ایک ایسا اقدام تھا جس پر لبنان میں امریکہ کے ایجنٹوں نے بہت شیخیاں بگھاریں اور اتراتے ہوئے اسے انتہائی فخریہ انداز سے پیش کیا۔

بعد ازاں ٹرمپ نے ایک انوکھی نوعیت کے سفارتی اقدام کا اعلان کیا کہ: وہ "اسرائیل" کے وزیرِ اعظم، بنجمن نیتن یاہو اور لبنان کے صدر، جوزف عون کو وائٹ ہاؤس میں مدعو کرنے کا ارادہ رکھتا ہے (سعودی نیوز، 16 اپریل، 2026ء)۔ بہر حال، لبنانی قیادت کی طرف سے کھوکھلی تردید کے باوجود، لبنان کا اس "نارملائزیشن ٹرین" میں سوار ہونا اب کھل کر ظاہر ہو چکا ہے۔

2- پھر اس کے بعد لبنان کے صدر، عون اور اس کے وزیرِ اعظم کی جانب سے اس حوالے سے بیانات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا:

ا) لبنانی عوام سے کئے گئے اپنے ایک خطاب میں، عون نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ: "میں آپ سے صاف گوئی اور پورے اعتماد کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ: یہ مذاکرات نہ تو کسی کمزوری کی علامت ہیں، نہ پسپائی کی، اور نہ ہی کسی قسم کی رعایت کی۔ بلکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو ہمارے حقوق پر ہمارے پختہ یقین، اپنے عوام کے لئے ہماری فکر، اور اپنے وطن کی ہر ممکن طریقے سے تحفظ کرنے کی ذمہ داری سے جنم لیتا ہے — خصوصاً اس عزم سے کہ ہم لبنان کے سوا کسی کے لئے جان قربان کرنے کو تیار نہیں۔ مذاکرات کرنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں، اور نہ کبھی ہو گا، کہ ہم کسی حق سے دستبردار ہو جائیں، کسی اصول کو ترک کر دیں، یا اس قوم کی خود مختاری پر کوئی سمجھوتہ کر لیں۔ ہم ہزاروں لبنانیوں کو کھو چکے ہیں؛ یہ ہمارے بیٹے اور بیٹیاں ہیں، اور ہم انہیں کبھی نہ بھلا پائیں گے۔ میں کسی اور لبنانی کو ہر گز جان نہیں گنوانے دوں گا، اور نہ ہی اپنے عوام کے قتل و غارت کا یہ سلسلہ جاری رہنے دوں گا — چاہے وہ دوسروں کے مفادات و اثر و رسوخ کی خاطر ہو یا قریب و دور کی طاقت کی سیاسی بساط کے لئے ہو" (انڈیپنڈنٹ عربیہ، 18 اپریل، 2026ء)۔

ب) جہاں تک وزیرِ اعظم، نوف سلام کا تعلق ہے، انہوں نے فرانس کے صدر، میکرون کے ساتھ ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں کہا: "انہیں لبنان کے تمام پارٹنرز کی مدد درکار ہو گی، جبکہ رواں ہفتے کے آخر میں واشنگٹن میں سفیروں کی سطح پر براہِ راست مذاکرات جاری رہیں گے"۔ مزید بیان دیتے ہوئے نوف سلام نے کہا کہ، "ہم اس راستے پر اپنے اس پختہ یقین کے تحت گامزن ہیں کہ ڈپلومیسی کرنا کمزوری کی علامت نہیں، بلکہ ایک ذمہ دارانہ عمل ہے — تاکہ اپنے ملک کی خود مختاری کی بحالی اور اپنے عوام کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ لی جائے" (انڈیپنڈنٹ عربیہ، 21 اپریل، 2026ء)

ج)اس کے بعد عون نے حمایت آمیز سعودی کردار پر انحصار کیا، جیسا کہ اخبار الریاض نے رپورٹ کیا، ”جوزف عون نے سعودی کردار کو سراہا اور ولی عہد و وزیرِ اعظم، محمد بن سلمان کی کوششوں کی قدردانی کی، اور اس بات پر زور دیا کہ یہ اقدامات دانشمندی اور توازن سے مرتب کردہ ہیں... اور یہ کہ سعودی کوششیں مضبوط مؤقف پر مبنی ہیں جو خصوصاً حالیہ عسکری کشیدگی کے باعث پیدا ہونے والے مشکل حالات میں لبنانی عوام کی حمایت کرتی ہیں۔ سعودی مملکت کی جانب سے جنگ بندی کے لئے کئے جانے والے تمام اقدامات کی حمایت کا عزم واضح تھا، اس کے ساتھ ساتھ پائیدار سفارتی حل کو فعال بنانے کی کوشش بھی جاری ہے، تاکہ امن کا حصول اور لبنان کے استحکام کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے“(الریاض اخبار، 19 اپریل، 2026ء)

3- بعد ازاں ایران کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدے کے باوجود، یہودی وجود نے لبنان میں ایران کی حزب کے خلاف جنگ بند کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ ایران کے ساتھ دو ہفتوں کی جنگ بندی طے پا چکی تھی۔ یہودی وجود کے وزیرِ اعظم نے اعلان کر دیا کہ ایران کے ساتھ اس جنگ بندی معاہدہ میں لبنان شامل نہیں ہے، اور اس نے اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے، جنگ بندی کے نفاذ کے پہلے ہی دن یہودی وجود کے طیاروں نے بیروت پر اور مجموعی طور پر لبنان کے مختلف علاقوں پر شدید بمباری کر دی۔ ”گزشتہ ماہ حزب اللہ کے ساتھ جھڑپوں کا آغاز ہونے کے بعد سے اب تک ہونے والے اسرائیل کے لبنان پر کئے جانے والے حملوں میں حالیہ فضائی حملے شدید ترین نوعیت کے تھے، حالانکہ ایران کی پشت پناہی سے چلنے والے اس گروپ، حزب اللہ نے امریکہ اور ایران کے مابین دو ہفتوں کی جنگ بندی معاہدے کے بعد سے شمالی اسرائیل میں اور لبنان میں اسرائیلی افواج پر اپنے حملے روک دیئے تھے“۔ خبر رساں ادارے، Axios نے بدھ کے روز وائٹ ہاؤس کی ترجمان، کیرولین لیویٹ (Caroline Leavitt) کا حوالہ دیتے ہوئے رپورٹ کیا کہ ”لبنان، امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ بندی کے معاہدے کا حصہ نہیں ہے“(فرانس-24، 04 اپریل، 2026ء)

4-اس امریکی مؤقف کے تناظر میں، لبنان میں موجود امریکہ کے ایجنٹوں کی جانب سے حزب اللہ کے خلاف بیان بازی میں اضافہ ہو رہا ہے، جس سے خانہ جنگی پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے۔ مثال کے طور پر، ”لبنانی وزیرِ اعظم، نوف سلام نے منگل کے روز بیان دیا کہ ”حکومت ایران کی پشت پناہی سے چلنے والی پارٹی، حزب اللہ کے ساتھ محاذ آرائی نہیں چاہتی، تاہم وہ اسے دھمکیوں کے ذریعے دباؤ ڈالنے کی اجازت بھی نہیں دے گی، جبکہ جنگ کے خاتمے کے لئے 'اسرائیل' کے ساتھ براہِ راست مذاکرات جاری ہیں“(انڈیپنڈنٹ عربیہ، 21 اپریل، 2026ء)“۔

اس بات سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ یہودی وجود اور لبنانی حکومت، اگرچہ اپنے اپنے طور پر ہی سہی، لیکن دونوں ہی لبنان میں موجود ایران کی حزب کو غیر مسلح کرنے کے لئے پیش رفت کر رہے ہیں۔

5- تاہم، ایران کی جانب سے اس بات پر مسلسل دباؤ کے پیشِ نظر کہ جنگ بندی میں لبنان کو بھی شامل کیا جائے، امریکہ نے ابتدا میں انکار کے بعد لبنان میں جنگ بندی پر آمادگی ظاہر کر دی۔ "امریکی صدر نے لبنان میں دس روزہ جنگ بندی کا اعلان کر دیا" (آر ٹی، 16 اپریل، 2026ء)۔ امریکہ اس جنگ بندی کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ لبنان کو نارملائزیشن کی جانب دھکیلا جائے۔ امریکی صدر، ٹرمپ نے کہا، "میں نے لبنان کے نہایت معزز صدر، عون جوزف اور 'اسرائیل' کے وزیرِ اعظم، بنجمن نیتن یاہو کے ساتھ شاندار اور انتہائی مثبت گفتگو کی ہے"۔ ٹرمپ نے مزید کہا کہ، "ان دونوں لیڈران نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اپنے ممالک کے درمیان امن کے حصول کے لئے وہ باضابطہ طور پر شام 5 بجے (مشرقِ وسطیٰ کے معیاری وقت کے مطابق) سے 10 روزہ جنگ بندی کا آغاز کر دیں گے"۔ ٹرمپ نے یہ بھی بتایا کہ، "34 برس کے عرصہ میں پہلی بار، اس منگل کے روز دونوں ممالک نے یہاں واشنگٹن ڈی سی میں ہمارے گریٹ سیکرٹری آف اسٹیٹ، مارکو روبیو کی موجودگی میں اکٹھے ملاقات کی"۔ ٹرمپ نے تصدیق کی کہ، "میں نے نائب صدر، جے ڈی وینس اور سیکرٹری آف اسٹیٹ، روبیو کو، چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف، ڈین رازن کین (Dan Caine) کے ہمراہ، 'اسرائیل' اور لبنان کے ساتھ مل کر پائیدار امن کے حصول کے لئے کام کرنے کی ہدایات کر دی ہیں"۔ اپنے بیان کے اختتام پر ٹرمپ نے کہا، "دنیا بھر میں جاری 9 جنگوں کے مسائل کو حل کرنا میرے لئے اعزاز رہا ہے، اور اس جنگ کا مسئلہ حل کرنا میرے لئے دسواں ہو گا، تو آیئے، اسے حل کرتے ہیں"! (ٹروتھ سوشل، 16 اپریل، 2026ء)

6- پھر ٹرمپ نے یہودی وجود اور لبنان کے مابین جنگ بندی کو تین ہفتوں تک بڑھا دینے کا اعلان کیا، "امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے جمعرات کے روز کہا کہ 'اسرائیل' اور لبنان کے درمیان جنگ بندی میں تین ہفتوں کی توسیع کی جائے گی۔ ٹرمپ نے اپنے ٹروتھ سوشل اکاؤنٹ پر ایک پوسٹ میں مزید کہا کہ یہ فیصلہ جمعرات کو اوول آفس میں ہونے والی ایک ملاقات کے بعد کیا گیا، جس میں امریکی صدر، نائب صدر جے ڈی وینس، امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ مارکو روبیو، 'اسرائیل' کے لئے امریکی سفیر مائیک ہوکابی، اور لبنان میں امریکی سفیر میشال عیسیٰ (Michel Issa) شریک تھے" (اسکائی نیوز عربیہ، 24 اپریل، 2026ء)۔ تاہم ان تمام اعلانات کے باوجود، حملے جاری ہیں! "'اسرائیل' جنوبی لبنان پر اپنے حملے جاری رکھے ہوئے ہے..." (آر ٹی عربی، 30 اپریل، 2026ء)۔

"اس کے علاوہ، 'اسرائیلی' فوج نے گزشتہ دو دنوں کے دوران بڑے پیمانے پر یکے بعد دیگرے متعدد حملے کئے، جن کے نتیجے میں درجنوں افراد ہلاک ہو گئے۔ لبنانی حکام کے مطابق 84 کے قریب مختلف 'اسرائیلی' حملوں کے نتیجے میں تقریباً 29 افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہو گئے، ان حملوں میں فضائی حملے، آرٹلری گولہ باری، اور رہائشی عمارتوں پر بمباری بھی شامل تھی" (الجزیرہ، یکم مئی، 2026ء)... اور حتیٰ کہ آج کے دن بھی، "قابض وجود کی فوج نے اعلان کیا ہے کہ اس نے گزشتہ رات جنوبی لبنان میں 50 سے زائد مقامات پر حملوں کے سلسلہ میں اپنی کاروائیاں سرانجام دی ہیں..." (الجمہور، 02 مئی، 2026ء)...

امریکہ اس لئے مذاکرات کرنا چاہتا ہے تاکہ طاقت کے زور پر اس کے متکبرانہ تصور کے مطابق نام نہاد امن قائم کیا جائے! اور اسی کام کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے لئے یہودی وجود لبنان کے ان دیہی علاقوں میں نئے ملٹری کیمپ قائم کر رہا ہے جہاں پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے، اور وہ ایران کی حزب سے ممکنہ خطرے کے پیش نظر ان علاقوں کو بفر زون کا علاقہ قرار دے رہا ہے، اور یہ ایک اسی طرح کا منظر نامہ دہرایا جا رہا ہے جو غزہ میں حماس اور صفراء لائن کے نام سے کیا گیا تھا!

7- یوں، لبنان کے حکمران اور دیگر مسلم ممالک کے حکمران، بجائے اس کے کہ فلسطین کو آزاد کرائیں اور یہودی وجود کا خاتمہ کریں، لیکن یہ حکمران اس ناجائز وجود کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے (نارملائزیشن) کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ یہ حکمران امریکہ اور یہودی وجود کے ساتھ مل کر اس کی سیکیورٹی کو یقینی بنانے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ ان حکمرانوں کو قطعی یہ فکر اور احساس تک نہیں ہے کہ کفار کے ساتھ دوستی کرنا کس قدر خطرناک ہے، اور جو نہ صرف اس دنیا میں ذلت کا سبب ہے بلکہ آخرت میں تو دردناک عذاب کا باعث ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً**﴾ "جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ بے شک عزت تو ساری صرف اللہ ہی کے لئے ہے" (سورۃ النساء: 4:139)

یہ حکمران اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ کافر ریاستوں کا اولین مقصد اپنے مفادات کی حفاظت کرنا ہے اور وہ اسی کام میں لگی رہتی ہیں اور دن رات اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی رکھتی ہیں۔ اگر کبھی وہ اپنی خارجہ پالیسی کے دائرۂ اثر میں آنے والی کسی ریاست یا اپنے ہی ایجنٹوں سے بظاہر کسی قسم کی رضامندی کا اظہار کر بھی لیتے ہیں تو اس کا مطلب ان کی خیر

خواہی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے مقاصد کو چھپا بھی رہے ہوتے ہیں اور کبھی کبھار کھلم کھلا ظاہر بھی کرتے ہیں، چاہے یہ حکمران، خواہ کوئی بھی ہوں، یہودی وجود کے حقیقی اتحادی ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ حکمران، خواہ وہ امریکہ کے مدار میں گردش کر رہے ہوں یا اس کے ایجنٹ ہوں، اگر وہ یہ جان سکتے کہ امریکہ انہیں اس وقت قطعاً کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا جب اس کے مفادات انہیں راستے سے ہٹانے کا تقاضا کرتے ہوں، تو یہ حکمران تاریخ کے اسباق سے ہی کچھ سبق سیکھ سکتے تھے۔ کتنے ہی اتحادی اور ایجنٹ ایسے گزرے ہیں جنہیں امریکہ نے اپنا مقصد پورا کر چکنے کے بعد کوڑے دان میں ردی کی مانند پھینک دیا تھا۔

اگر ان حکمرانوں میں ذرہ برابر بھی کوئی سمجھ بوجھ ہوتی تو انہوں نے کفار کو سرے سے ہی مکمل طور پر رد کر دیا ہوتا، لیکن یہ حکمران تو بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، اور وہ واپس نہیں آئیں گے۔ کافر استعمار کے ساتھ ان حکمرانوں کی وفاداری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جب ان میں سے کسی ملک پر حملہ ہوتا ہے تو دوسرے اس کی مدد تک کرنے کے لئے حرکت میں نہیں آتے۔ اور پھر ان میں سب سے بہتر وہ گردانے جاتے ہیں جو صرف ہلاک شدگان اور زخمیوں کا شمار کر لیتے ہیں! مسلمانوں کے لئے بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ ایک واحد امت ہیں؛ ان کا امن بھی ایک ہے اور ان کی جنگ بھی ایک ہے۔ امت کے کسی ایک بھی حصے پر حملہ پوری امت پر حملہ تصور ہوتا ہے۔ اگرچہ امت کے ہر حصے پر شرعی فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے کسی علاقہ پر حملہ کے خلاف جارح قوت کا مقابلہ کرے، لیکن بہر حال صرف یہ اقدام ہی مسئلے کا دائمی حل نہیں ہے۔ ایران میں پاسدارانِ انقلاب مزاحمت کر رہے ہیں، اور لبنان میں ایران کی حزب مزاحمت کر رہی ہے، لیکن ان سب سے مل کر بھی مسئلے کا حل تب تک نہیں ہو گا جب تک خلافت کا قیام نہ ہو جائے، جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اس کی شریعت کو نافذ کرے گی، تاکہ وہ فتح حاصل کرے اور اللہ کے اذن سے غالب آئے، اور عدل و جہاد کے ذریعے دنیا کو منور کرے، یہاں تک کہ اللہ اسے اپنی نصرت سے سرفراز فرمائے۔

8- یہی حل ہی وہ واحد حل ہے جو امت کو نجات دلائے گا، امت کی کھوئی ہوئی عزت و وقار کو بحال کرے گا، اس کی طاقت کو مضبوط کرے گا اور اسے اس قابل بنا دے گا کہ امت کے دشمن اس امت پر حملہ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اور ایسا سب صرف خلافتِ راشدہ کے احیاء کے ذریعے سے ہی ممکن ہے کہ جس کے عدل و انصاف اور خیر و بھلائی سے یہ کرۂ ارض منور ہو جائے گی۔ ماضی میں جیسے خلافت نے روم کے قیصر اور فارس کے شہنشاہوں کا غرور و تکبر خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا، بالکل اسی طرح آنے والی خلافت ان کفار کی پیروی کرنے والوں جیسا

کہ ظالم ٹرمپ اور کافر استعمار میں موجود اس کے حواریوں کی فرعونیت کی بھی دھجیاں بکھیر کر رکھ دے گی۔ اور جہاں تک یہودی وجود کا تعلق ہے، تو وہ تو اس قدر بے وقعت ہے کہ اس کو کوئی اہمیت دی جائے۔ وہ بالکل ایسے ہی ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرما دیا ہے، ﴿لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ "وہ تمہیں معمولی سی تکلیف پہنچانے کے سوا تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے، اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو وہ تمہیں پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے، اور پھر ان کی کوئی مدد نہ ہو گی" (آل عمران: 3:111)۔ یہودی وجود تو خود اپنے سہارے پر کھڑے ہونے کے بھی قابل نہیں ہیں۔ اگر لوگوں کی حمایت اور مدد ان کے ساتھ نہ ہو تو وہ لڑنے کی اہلیت نہیں رکھتے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ﴾ "ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے، جہاں کہیں بھی وہ جائیں۔ سوائے اس کے کہ وہ اللہ کے عہد میں آ جائیں اور لوگوں کے عہد میں" (آل عمران: 3:112)۔ یہود نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے تو پہلے ہی اپنا ناطہ توڑ لیا ہے اور اب ان کے پاس اگر لوگوں (مغرب، امریکہ اور مسلمانوں کے غدار حکمرانوں) کا سہارا نہ ہو تو یہ وجود لڑنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اور یہ غدار حکمران تو ایسے ہیں کہ وہ یہود کی سفاکانہ جارحیت کے خلاف ایک انگلی تک بھی نہیں ہلاتے۔ چنانچہ اصل مسئلہ ان حکمرانوں میں ہے جو مسلمانوں کے علاقوں میں مسلط ہوئے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ کافر استعمار کے وفادار ہیں اور مسلمانوں اور اسلام کے دشمن ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی اصل مصیبت ان کے یہ حکمران اور ان کی یہ وفاداریاں ہیں جو وہ کافر استعمار کے ساتھ نبھائے ہوئے ہیں۔ یہ حکمران انہی کفار کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہیں اور ہر اس کام سے رکے رہتے ہیں جس کے لئے وہ کفار انہیں منع کر دیں، حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان حکمرانوں کی اطاعت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہوتی اور وہ اللہ کی شریعت کا نفاذ کرتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں جہاد کرتے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار بلند ہوتا اور کفر اور کفار ذلیل و رسوا ہوتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس روز مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، مدد دیتا ہے اور وہ غالب نہایت مہربان ہے" (سورۃ الروم: 30:4-5)

15 ذوالقعدۃ، 1447ھ

بمطابق، 02 مئی، 2026ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال وجواب

امریکہ اور انڈونیشیا کے مابین "میجر ڈیفنس کوآپریشن پارٹنرشپ" (MDCP)

(ترجمہ)

سوال:

13 اپریل، 2026ء کو امریکی سیکرٹری آف ڈیفنس اور انڈونیشیا کے وزیرِ دفاع نے امریکہ اور انڈونیشیا کے درمیان 'میجر ڈیفنس کوآپریشن پارٹنرشپ' (MDCP) کے قیام کا اعلان کیا۔ اس پارٹنرشپ سے قبل، امریکی محکمہ دفاع کی ایک خفیہ دستاویز منظر عام پر آچکی تھی جس میں انڈونیشیا کی فضائی حدود کے وسیع تر استعمال اور امریکی طیاروں کی آزادانہ پروازوں کی اجازت دینے کا ذکر کیا گیا تھا۔ امریکہ اور انڈونیشیا کی اس پارٹنرشپ معاہدے کا متن کیا ہے اور اس کے کیا

نتائج ہو سکتے ہیں؟ انڈونیشیا کے امریکہ کے ساتھ تعلقات پر اس پارٹنرشپ کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ اور انڈونیشیا کے چین کے ساتھ تعلقات پر اس پارٹنرشپ کا کیا اثر پڑے گا؟

براہِ کرم وضاحت فرما دیں۔

جواب:

اس سوال کے جواب کی وضاحت کے لئے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیں گے:

1- 13 اپریل 2026ء کے مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ، "انڈونیشیا کے وزیرِ دفاع اور امریکی سیکرٹری آف وار نے امریکہ اور انڈونیشیا کے درمیان 'میجر ڈیفنس کوآپریشن پارٹنرشپ' (MDCP) کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان علاقائی استحکام کو فروغ دینے میں انڈونیشیا کے اہم کردار کی عکاسی کرتا ہے اور دوطرفہ دفاعی تعلقات کی مضبوطی اور صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ 'ایم ڈی سی پی' (MDCP) کا مقصد دوطرفہ دفاعی تعاون کو آگے بڑھانے کے لئے ایک رہنماء فریم ورک کے طور پر کام کرنا ہے۔ اس اعلان کے ساتھ، دونوں ممالک انڈو-پیسیفک خطے میں امن و استحکام برقرار رکھنے کے اپنے مشترکہ عزم کا اعادہ کرتے ہیں۔ باہمی احترام اور قومی خودمختاری کی بنیاد پر ایم ڈی سی پی کے تین بنیادی ستون ہیں: (1) ملٹری کی جدیدیت اور استعداد میں اضافہ؛ (2) تربیت اور پیشہ ورانہ فوجی تعلیم؛ اور (3) مشترکہ مشقیں اور آپریشنل تعاون"۔

2- اس مشترکہ اعلامیے کے جاری ہونے سے دو ہی دن قبل، 12 اپریل، 2026ء کو بھارتی اخبار 'سنڈے گارڈین' نے اپنی ویب سائٹ پر انکشاف کیا کہ: "امریکی محکمۂ دفاع کی ایک خفیہ دستاویز میں امریکی فوجی طیاروں کے لئے انڈونیشیا کی فضائی حدود میں بلا روک ٹوک رسائی حاصل کرنے کا منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ پیش رفت انڈونیشیا کے صدر پرابوو سوبیانتو اور ڈونلڈ ٹرمپ کے درمیان واشنگٹن میں فروری میں ہونے والی ملاقات کے بعد سامنے آئی ہے، جو انڈو پیسیفک خطے میں امریکہ کی آپریشنل رسائی کو وسعت دینے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ پرابوو نے 18 سے 20 فروری، 2026ء کے دوران 'بورڈ آف پیس کانفرنس' میں شرکت کے لئے واشنگٹن ڈی سی کا دورہ کیا تھا۔ ایک خفیہ امریکی دستاویز میں موجود تفصیلات کے مطابق، اس دورے کے دوران ٹرمپ کے ساتھ دوطرفہ ملاقات میں انہوں نے امریکی طیاروں کو انڈونیشیا کی فضائی حدود سے آزادانہ گزرنے کے لئے اجازت دینے کی تجویز منظور کی تھی" (سنڈے گارڈین، 12 اپریل، 2026ء)۔

3- اخبار نے خفیہ دستاویز کا حوالہ دیتے ہوئے مزید لکھا کہ، "اس عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے، امریکی ڈپارٹمنٹ آف وار نے 26 فروری کو انڈونیشیا کی وزارتِ دفاع کو ایک دستاویز ارسال کی جس کا عنوان 'امریکی پروازوں کو عملی جامہ پہنانا' (Operationalizing U.S. Overflight) تھا۔ اس دستاویز میں ایک باضابطہ مفاہمت کی تجویز دی گئی ہے جس کے تحت انڈونیشیا امریکی فوجی طیاروں کو ہنگامی آپریشنز، بحرانی صورتحال سے نمٹنے کے مشنز، اور باہمی طور پر طے شدہ فوجی مشقوں کے لئے اپنی فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دے گا۔ دستاویز کے متن میں درج ہے کہ اس تجویز کو منظم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ 'انڈونیشیا کی حکومت امریکی طیاروں کو ہنگامی آپریشنز، بحرانوں کے حل اور باہمی اتفاقِ رائے سے ہونے والی مشقوں سے متعلق سرگرمیوں کے لئے انڈونیشیا کی فضائی حدود سے بلا روک ٹوک گزرنے کی منظوری دے'۔ اس تجویز میں مزید یہ ذکر بھی کیا گیا ہے کہ "امریکی طیارے محض اطلاع دے کر براہِ راست گزر سکتے ہیں جب تک کہ امریکہ کی جانب سے اس سہولت کو غیر فعال کرنے کی دوسری اطلاع نہ دی جائے"؛ جس کا سادہ مطلب یہ ہے کہ "ایک بار یہ طریقۂ کار شروع ہو گیا تو مستقل رسائی حاصل رہے گی"۔

4- نیز یہ کہ پھر انڈونیشیا کے وسیع و عریض جزائر کے سلسلے سے متعلق ایک اور معاملہ ہے، جو مشرق سے مغرب تک 5,000 کلو میٹر سے زیادہ رقبے پر پھیلا ہوا ہے اور بحرِ ہند و بحر الکاہل کے درمیان اہم فضائی گزر گاہوں پر مشتمل ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جو اس فضائی رسائی کو واشنگٹن کے لئے اسٹریٹجک طور پر انتہائی اہم بنا دیتی ہے۔ انڈونیشیا کی تمام فضائی حدود کے معاملے میں یہ صورتحال ایک جیسی نہیں ہے۔ بحری گزر گاہوں کے قانون سے متعلق اقوامِ متحدہ کے کنونشن (UNCLOS) کی شق 53 کے تحت، مخصوص کردہ 'جزائر کے سلسلے میں بحری گزر گاہوں' (ALKIs)—یعنی آبنائے سنڈا، آبنائے لومبوک-مکسر، اور آرو بحری گزر گاہ—میں بحری جہازوں اور طیاروں کے گزرنے کے لئے مخصوص حقوق حاصل ہیں۔ انڈونیشیا ان حقوق کو معطل نہیں کر سکتا۔ تاہم، یہ تمام گزر گاہیں شمال سے جنوب کی طرف جاتی ہیں۔ دوسری جانب، گوام، فلپائن، آسٹریلیا یا ڈیاگو گارسیا کو ملانے والے امریکی آپریشنل راستے عموماً مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہیں۔ یہ راستے ایسی فضائی حدود سے گزرتے ہیں جو 2002ء کے انڈونیشیائی قانون نمبر 37 کے مطابق ابھی تک کسی مخصوص کردہ جزائری سلسلے کی راہداریوں کا حصہ نہیں بنی ہیں۔ اور یہی وہ امر ہے جس میں اس کنونشن (معاہدے) کا اصل خطرہ پوشیدہ ہے! یہ کنونشن ان مشرقی-مغربی راہداریوں تک آزادانہ رسائی کی اجازت دے دیتا ہے جن میں امریکہ عرصۂ دراز سے دلچسپی رکھتا ہے، جیسا کہ امریکی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے اپنی 2014ء کی ایک رپورٹ میں

یہ اعلان کیا تھا کہ بین الاقوامی قانون کے تحت ان راہداریوں کو کھلا ہونا چاہیے، اس رپورٹ کا عنوان تھا "سمندروں کی حدود" (The Limits in the Seas)۔

5- مزید یہ کہ، "بحرانی صورتحال سے نمٹنے" (crisis response) کی اصطلاح اتنی وسیع ہے کہ اس میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد اور حملہ کرنے کی پہل (strike initiative) دونوں شامل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح "ہنگامی آپریشنز" (Emergency operations) کا مطلب قدرتی آفات میں امدادی سرگرمیوں کے انتظامات سے لے کر بحیرۂ جنوبی چین یا اس سے آگے کے فوجی آپریشنز تک کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا، بلا روک ٹوک رسائی یا "آزادانہ فضائی گزرگاہ" (comprehensive overflight) کی اصطلاح کے تحت، انڈونیشیا انفرادی بنیادوں پر ان آپریشنز کے درمیان مؤثر طریقے سے کوئی تمیز یا فرق نہیں کر سکے گا۔ اگر کوئی امریکی طیارہ کسی تیسرے ملک کے خلاف فوجی آپریشن کے لئے انڈونیشیا کی فضائی حدود استعمال کرتا ہے، تو جکارتہ کی نیت یا پیشگی اطلاع سے قطع نظر، انڈونیشیا کی حیثیت ایک سہولت کار کی سی بن کر رہ جائے گی۔ وہ تیسرا ملک انڈونیشیا کے ارادوں اور معاہدے کی تفصیلات کو نظر انداز کر دے گا اور انڈونیشیائی راہداریوں اور فضاؤں کو امریکی افواج کے لئے محض ایک گزرگاہ (transit corridor) کے طور پر تصور کرے گا۔

6- اس خفیہ دستاویز اور امریکہ-انڈونیشیا دفاعی تعاون کے معاہدے پر چین کے موقف کے حوالے سے، چینی پیپلز لبریشن آرمی سے منسلک سرکاری میڈیا ادارے "گلوبل ٹائمز" نے اپنے 'ایکس' اکاؤنٹ پر پوسٹ کیا: "جب چینی وزارتِ خارجہ کے ترجمان گو جیاکیانگ (Guo Jiaqiang) سے انڈونیشیا کی جانب سے امریکی فوج کو اپنی سرزمین پر پرواز کی اجازت دینے کی تجویز اور واشنگٹن و جکارتہ کے فوجی تعلقات پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا، تو انہوں نے جمعہ 17 اپریل، 2026ء کو بیان دیا کہ 'آسیان چارٹر اور جنوب مشرقی ایشیا کے خطہ میں باہمی دوستی اور تعاون کا معاہدہ واضح طور پر یہ متعین کرتا ہے کہ رکن ممالک علاقائی امن، سلامتی اور خوشحالی کو فروغ دینے کی مشترکہ ذمہ داری رکھتے ہیں، اور وہ ایسی کسی بھی پالیسی یا سرگرمی میں شامل نہیں ہو سکتے، جس میں ان کی اپنی حدود اور سرزمین کا ایسا استعمال شامل ہو، جو کہ رکن ممالک کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کے لئے خطرہ بنے'"۔ گو نے مزید کہا کہ "ہمارا پختہ یقین ہے کہ ممالک کے درمیان دفاعی اور حفاظتی تعاون کسی تیسرے فریق کے مفادات کو نشانہ بنانے یا اسے نقصان پہنچانے والا ہرگز نہیں ہونا چاہیے، اور نہ ہی اسے علاقائی امن و استحکام پر اثر انداز ہونا چاہیے"۔

7- انڈوپیسیفک خطے میں جاپان، جنوبی کوریا، فلپائن، تھائی لینڈ اور آسٹریلیا کے امریکہ کے ساتھ باہمی دفاعی معاہدے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی حملے کی صورت میں امریکہ اپنے پارٹنر کا دفاع کرنے کا پابند ہے۔ دریں اثنا، اگرچہ سنگاپور باضابطہ طور پر کوئی دفاعی معاہدہ کرنے والا اتحادی نہیں ہے لیکن وہ جنوب مشرقی ایشیاء میں واشنگٹن کے قریبی ترین سکیورٹی پارٹنرز میں سے ایک رہا ہے۔ 2005ء کے اسٹریٹجک فریم ورک معاہدے کے تحت، امریکہ نے سنگاپور کو ایک بڑے سکیورٹی تعاون کے پارٹنر کے طور پر تسلیم کیا تھا۔ بعد ازاں سنگاپور اور امریکہ نے 2015ء میں ایک 'توسیع شدہ مشترکہ دفاعی تعاون کے معاہدے' پر دستخط کئے، جس میں بائیو سیکیورٹی، سائبر سیکیورٹی، انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد، قدرتی آفات میں ریلیف اور اسٹریٹجک رابطوں کے شعبوں میں تعاون کی وضاحت کی گئی تھی (ایشیانیوز چینل، 20 اپریل، 2026ء)۔

8- ایم ڈی سی پی (MDCP) معاہدے کا باریک بینی سے جائزہ لینے پر درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

الف) یہ معاہدہ امریکہ کے لئے بحری شعبے میں اپنی مداخلت بڑھانے اور آبنائے ملاکا پر اپنا کنٹرول مضبوط کرنے کی راہ ہموار کرتا ہے، اور واضح رہے کہ آبنائے ملاکا، انڈونیشیا کو اس کے پڑوسی ممالک بالخصوص ملائیشیا اور سنگاپور سے ملانے والی ایک اہم آبی گزرگاہ ہے۔ اس کا مطلب عالمی تجارت اور توانائی کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل بحری گزرگاہ، آبنائے ملاکا، پر امریکی کنٹرول کا مزید بڑھ جانا ہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ آبنائے ملاکا چین، جاپان اور جنوبی کوریا کے لئے توانائی کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ چین کی خام تیل اور گیس کی زیادہ تر درآمدات انڈونیشیا، ملائیشیا اور سنگاپور کے درمیان اسی تنگ گزرگاہ سے ہو کر گزرتی ہیں۔ امریکہ نے حال ہی میں اس خلا کو پُر کرنے کے لئے تیزی سے اقدام کئے ہیں، اور بہر حال یہ کوئی اتفاق نہیں ہے کہ یہ سب کچھ ٹرمپ انتظامیہ کے دور میں ہوا ہے۔

ب) یہ معاہدہ انڈونیشیا میں امریکی فوجی اثاثوں، بالخصوص جنگی جہازوں کی مرمت، دیکھ بھال اور اوور ہالنگ کے لئے ایک جامع سہولت فراہم کرنے، یا اس کے قیام کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ایم ڈی سی پی (MDCP) کا مشترکہ بیان آپریشنل تیاریوں کو بہتر بنانے کے لئے دیکھ بھال، مرمت اور اوور ہالنگ کے شعبوں میں تعاون کی شرط عائد کرتا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امریکہ نے اس سے قبل شمالی سلاویسی کے علاقے بیتونگ (Betung) میں اپنے جنگی جہازوں کی دیکھ بھال اور مرمت کے لئے ایک بحری اڈہ قائم کرنے میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔

ج) یہ معاہدہ ہر گزرنے والے جہاز کو انفرادی بنیادوں پر اجازت نامے (پرمٹ) جاری کرنے کے بجائے محض "اطلاع دینے" کو ہی کافی تصور کرنے لینے کو مقرر کرتا ہے، جس سے امریکی فوجی دستوں کی نقل و حرکت پر پابندیاں نمایاں طور پر کم ہو جاتی ہیں۔ یہ معاہدہ باہمی ہم آہنگی کے طریقہ کار کی بھی وضاحت کرتا ہے، جس میں امریکی پیسیفک ایئر فورسز اور انڈونیشیا کے فضائی آپریشنز سینٹرز کے درمیان ایک براہِ راست ہاٹ لائن کے ساتھ ساتھ دونوں اطراف کے سفارتی اور فوجی مواصلاتی ذرائع بھی شامل ہیں۔ انفرادی اجازت کا اجراء کئے بغیر فضائی گزرگاہ کے لئے صرف اطلاع دینے کا یہ نظام انڈونیشیا کی فضائی حدود سے امریکی فوجی طیاروں کے باآسانی اور بروقت گزرنے میں سہولت فراہم کرتا ہے۔ یوں یہ نظام امریکی طیاروں کے لئے انڈونیشیا کی فضائی حدود کے ذریعے چین اور تائیوان تک پہنچنے، اور پھر وہاں سے فلپائن اور جاپان جانے کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

د) یہ معاہدہ اس سال کے دوران انڈونیشیا اور امریکہ کے درمیان تعلقات میں ہونے والی پیش رفت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جن میں درج ذیل شامل ہیں:

اول: ٹرمپ کے زیرِ صدارت امریکی قیادت میں قائم ہونے والی 'بورڈ آف پیس' میں انڈونیشیا کی شرکت، "انڈونیشیا نے غزہ میں امن مشن کے لئے 8,000 فوجیوں کی تیاری کا اعلان کر دیا ہے... انڈونیشیا پہلا ملک ہے جس نے غزہ کے لئے ٹرمپ کی جانب سے شروع کردہ 'پیس کونسل' اقدام کے تحت باضابطہ طور پر اپنی افواج بھیجنے کا عزم کیا ہے، جہاں دو سال کی تباہ کن جنگ کے بعد 10 اکتوبر سے اسرائیل اور حماس کے درمیان جنگ بندی طے پائی ہے"۔ [آر ٹی، 16 فروری 2026ء]

دوئم: اسی مہینے میں امریکہ اور انڈونیشیا کے مابین ایک باہمی تجارتی معاہدہ طے پایا؛ "انڈونیشیا اور امریکہ نے ایک تجارتی معاہدہ طے کیا جس کا مقصد انڈونیشیائی اشیاء پر امریکی ٹیرف کو 32 فیصد سے کم کر کے 19 فیصد کرنا ہے۔ جکارتہ کو اپنی اہم ترین برآمدی مصنوعات، یعنی پام آئل سمیت دیگر متعدد اشیاء پر بھی ٹیرف میں چھوٹ ملی ہے۔ مہینوں تک کے مذاکرات کے بعد واشنگٹن میں انڈونیشیا کے وزیرِ معیشت ایرلانتا ہارتاتو اور امریکی ٹریڈ نمائندے، جیمیسن گریئر نے اس معاہدے پر دستخط کیے۔ اور اس کے بدلے میں، انڈونیشیا تمام شعبوں میں بیشتر امریکی مصنوعات پر سے ٹیرف ختم کر دے گا۔ جکارتہ نے ان غیر ملکی کمپنیوں کے خلاف اقدامات کرنے پر اتفاق کیا ہے جو امریکی تجارتی مفادات کو نقصان پہنچاتی ہیں، اور امریکی کمپنیوں کے تعاون سے اہم معدنیات اور توانائی کے وسائل میں امریکی سرمایہ کاری میں سہولت

فراہم کرنے پر بھی اتفاق کیا تاکہ 'نایاب زمینی معدنیات' (rare earth elements) کے شعبے کی ترقی کو تیز کیا جا سکے۔ صدر پرابوو اس معاہدے کو حتمی شکل دینے اور 'امریکہ-انڈونیشیا بورڈ آف پیس' کے لیڈران کے پہلے اجلاس میں شرکت کے لئے واشنگٹن روانہ ہوئے۔ انہوں نے اور صدر ٹرمپ نے ایک دستاویز پر دستخط کیے جس کا عنوان 'امریکہ-انڈونیشیا اتحاد کے لئے ایک نئے سنہری دور کی جانب معاہدے کا نفاذ' تھا، جس کے بارے میں وائٹ ہاؤس کا کہنا ہے کہ اس سے دونوں ممالک کی معاشی سلامتی اور ترقی میں اضافہ ہو گا"۔[الشرق الاوسط، 20 فروری 2026ء]

سوئم: بھارتی اخبار 'دی سنڈے گارڈین' نے 12 اپریل، 2026ء کو اپنی ویب سائٹ پر انکشاف کیا کہ "امریکہ کی ایک خفیہ دفاعی دستاویز کے مطابق انڈونیشیا کی فضائی حدود کو امریکی فوجی طیاروں کے لئے بلا روک ٹوک رسائی دیئے جانے کا منصوبہ پیش کیا گیا ہے، جو فروری میں انڈونیشیا کے صدر پرابوو سوبیانتو اور ڈونلڈ ٹرمپ کے درمیان واشنگٹن میں ہونے والی ملاقات کے بعد سامنے آیا ہے، اور یہ انڈو-پیسیفک خطے میں امریکہ کی آپریشنل رسائی کو وسعت دینے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ پرابوو نے 18 سے 20 فروری، 2026ء کے دوران 'بورڈ آف پیس سمٹ' میں شرکت کے لئے واشنگٹن ڈی سی کا دورہ کیا تھا۔ ایک خفیہ امریکی دستاویز میں درج تفصیلات کے مطابق، اس دورے کے دوران انہوں نے ٹرمپ کے ساتھ ایک دوطرفہ ملاقات میں انڈونیشیا کی فضائی حدود سے امریکی طیاروں کو بلا روک ٹوک گزرنے کی منظوری دینے کی تجویز پر اتفاق کیا تھا"۔ (دی سنڈے گارڈین، 12 اپریل، 2026ء)

چہارم: ایم ڈی سی پی (MDCP) معاہدے پر دستخط، جس کی وضاحت ہم اوپر کر چکے ہیں، اور 13 اپریل، 2026ء کو اس کے مشترکہ بیان میں کہا گیا: "امریکی سیکرٹری آف وار اور انڈونیشیا کے وزیرِ دفاع نے امریکہ اور انڈونیشیا کے درمیان 'میجر ڈیفنس کوآپریشن پارٹنرشپ' (MDCP) کے قیام کا اعلان کیا ہے... باہمی احترام اور قومی خودمختاری کی بنیاد پر ایم ڈی سی پی کے تین بنیادی ستون ہیں: (1) ملٹری کی جدیدیت اور استعداد میں اضافہ؛ (2) تربیت اور پیشہ ورانہ فوجی تعلیم؛ اور (3) مشترکہ مشقیں اور آپریشنل تعاون"۔

درج بالا یہ چار نکات انڈونیشیا اور امریکہ کے درمیان تعلقات کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں جو کہ کتاب "سیاسی تصورات- مشرقِ بعید کا مسئلہ" کے عربی ایڈیشن کے صفحہ 158-159 پر بیان کیا گیا ہے، کتاب میں درج ہے کہ، "انڈونیشیا سے نیدرلینڈ کو نکالنے میں کامیابی کے بعد امریکہ نے اس کی جگہ لینے کی کوشش کی۔ تاہم، انڈونیشیائی عوام نے کئی سالوں تک مزاحمت کئے رکھی اور اس بات کو مسترد کر دیا کہ وہ ایک قسم کے استعمار کو

نکال کر دوسرے کی غلامی اختیار کر لیں۔ چنانچہ پھر امریکہ نے انڈونیشیا کے لئے رکاوٹیں پیدا کرنا اور اس کے خلاف انقلابات بھڑکانا شروع کر دیئے۔ ان دباؤ کے نتیجے میں، انڈونیشیا کے حکمران مغلوب ہو گئے اور انہوں نے امریکی قرضے اور فوجی امداد قبول کر لی۔ یوں اس طرح، سوئیکارنو کے دور سے ہی انڈونیشیا امریکی اثر ورسوخ کے زیرِ اثر آ گیا اور امریکہ کے مدار میں گھومنے والی ایک ریاست بن کر رہ گیا۔ امریکہ نے انڈونیشیا پر اپنا کنٹرول حاصل کر لیا، خاص طور پر فوج اور ملک کی معیشت پر، اور یہ صورتحال آج تک جاری ہے"۔ ہم نے پہلے بھی موجودہ صدر کے انتخاب کے بعد، 11 نومبر، 2024ء کو ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ، "مذکورہ بالا باتوں پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انڈونیشیا کے نئے صدر پرابوو، 20 مارچ، 2024ء کو انتخابات میں اپنی کامیابی کے اعلان سے لے کر 20 اکتوبر، 2024ء کو اپنا منصب سنبھالنے تک، اور اس کے بعد بھی... اپنے پیشروؤں کے نقشِ قدم پر ہی چل رہے ہیں، اور حتیٰ کہ وہ تو امریکہ کے ساتھ مزید روابط استوار کر چکے ہیں، اور انڈونیشیا میں آج بھی امریکہ کا اثر ورسوخ ہی سب سے زیادہ طاقتور گردانا جاتا ہے!!"۔ یوں اس طرح انڈونیشیا امریکی اثر ورسوخ کے سامنے ایک تابعدار ملک بن چکا ہے... حالانکہ انڈونیشیا اپنے محلِ وقوع اور آبادی کے لحاظ سے ایک بڑا ملک ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عظیم دینِ اسلام انڈونیشیا کی سرزمین میں رچا بسا ہوا ہے۔ انڈونیشیا خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام نافذ کر کے اپنی سرزمین سے خیر و بھلائی پھیلاتے ہوئے پوری دنیا پر اثر انداز ہو سکتا ہے... اور اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے عائد کردہ اس عظیم شرعی فریضے کو پورا کر کے رب العالمین کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کے بغیر، انڈونیشیا کا نظام امریکہ کا غلام، قیدی، اس کا تابع، اس کے احکامات ماننے والا اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکنے والا ہی بنا رہے گا، اور یوں وہ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارے کا سودا کرے گا، اور یہی تو صریح بربادی اور نقصان ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ**﴾ **"بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جس کا دل (بیدار) ہو یا جو دھیان سے کان لگائے اور وہ متوجہ ہو"** (سورۃ ق: 50:37)

14 ذوالقعدۃ 1447ھ

بمطابق، یکم مئی، 2026ء

مسلم ممالک اور مصنوعی غربت!

اقوام متحدہ کے تعاون سے تیار کردہ اور 24 اپریل کو جاری ہونے والی ایک سالانہ رپورٹ کے مطابق، دنیا بھر میں غذائی عدم تحفظ کا شکار افراد کی دو تہائی تعداد محض دس ممالک میں مقیم ہے، جن میں افغانستان بھی شامل ہے۔ ان ممالک کی اکثریت عالمِ اسلام میں واقع ہے۔

یہ بات حزب التحریر ولایہ افغانستان کے میڈیا آفس کی جانب سے جاری کردہ ایک پریس ریلیز میں کہی گئی:

یہ حقیقت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ افغانستان اور پورے عالمِ اسلام میں غربت اور بھوک کوئی عارضی مظاہر نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک گہرے اور ڈھانچہ جاتی بحران کا نتیجہ ہیں۔ بیان میں اس صورتحال کا ذمہ دار نہ صرف مغربی استعماری جنگوں کے اثرات، جابرانہ پالیسیوں، معاشی دباؤ، جبری نقل مکانی اور امریکی پالیسیوں کے نقشِ قدم پر چلنے والے حکمرانوں کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ انگیز تنازعات کو ہوا دینے کو قرار دیا گیا ہے، بلکہ اسے سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے نفاذ اور ورلڈ بینک، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن جیسے اداروں کی مسلط کردہ پالیسیوں پر عمل پیرا ہونے کا براہ راست نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

بیان میں اس بات کی تصدیق کی گئی کہ: یہ نظام انسانیت کے بنیادی مسئلے یعنی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو حل کرنے کے بجائے، سطحی معاشی ترقی اور پیداوار میں اضافے پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جبکہ دولت کی منصفانہ تقسیم کے مسئلے کو

"مارکیٹ" کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ عملی طور پر، اس مارکیٹ نے دولت کو ایک محدود اقلیت کے ہاتھوں میں مرکوز کر دیا ہے، جس سے اکثریت غربت اور سختیوں کا شکار ہو گئی ہے۔

پریس ریلیز میں یہ بات جاری رکھتے ہوئے کہا گیا کہ افغانستان پر بیس سالہ استعماری قبضے کے دوران، عالمی طاقتوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسے نظام مسلط کیے جنہوں نے برسرِ اقتدار طبقے میں انتظامی بدعنوانی، معاشی غلامی اور قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ کو مستحکم کر دیا۔ نتیجتاً، وسیع قدرتی وسائل کی موجودگی کے باوجود افغان عوام غربت کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ آج بھی، بھاری ٹیکسوں کے نفاذ سے لے کر نجکاری اور بھرتیوں و روزگار کے عمل میں شفافیت کے فقدان تک، غربت میں نہ صرف کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

بیان میں اس بات پر مزید زور دیا گیا کہ افغانستان اور عالمِ اسلام میں موجودہ غربت ایک مصنوعی کیفیت ہے جس میں ایک مالامال امت کو جبر و تسلط کے ذریعے دھکیل دیا گیا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے معاشی مسئلہ وسائل کی قلت نہیں بلکہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ اسلام میں غربت کی تعریف بنیادی ضروریات، یعنی روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی میں ناکامی ہے، اور ایسی صورتحال دین میں کسی صورت قابلِ قبول نہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے برعکس، جو غربت کو ایک فطری اور ناگزیر امر قرار دیتا ہے، اسلام اسے ایک غیر معمولی صورتحال سمجھتا ہے جس کا بیخ و بن سے خاتمہ ضروری ہے۔ یقیناً اسلامی تاریخ غربت کے خاتمے کی عملی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

بیان میں مزید اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ اس کا اصل حل جامع اسلامی معاشی نظام کی طرف واپسی میں پنہاں ہے؛ ایک ایسا نظام جس کے معاشی احکامات بشمول زکوٰۃ کی ادائیگی، سود کی ممانعت، قدرتی وسائل کی عوامی ملکیت اور عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے حوالے سے ریاست کی براہِ راست ذمہ داری دولت کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دیتی ہے۔ ایسے نظام میں معاشرے کا کوئی بھی فرد اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل سے محروم نہیں رہتا۔

آخر میں، حزب التحریر ولایہ افغانستان کے میڈیا آفس کی جانب سے جاری کردہ پریس ریلیز میں یہ خلاصہ پیش کیا گیا ہے کہ افغانستان اور عالمِ اسلام میں غربت کے بحران کا بنیادی حل صرف اور صرف منہجِ نبوت پر دوسری خلافتِ راشدہ کے دوبارہ قیام کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ایک ایسا نظام جو عالمی استعماری اداروں کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کیے بغیر اسلام کو مکمل طور پر نافذ کرے، بدعنوانی کو اپنا دشمن سمجھے، اور معیشت کی بنیاد انصاف، انسانی وقار اور دولت کی صحیح تقسیم پر رکھے، تاکہ اس طرح غربت کا حقیقی اور مستقل بنیادوں پر خاتمہ کیا جا سکے۔

حزب التحریر / ولایہ تیونس سالانہ خلافت کانفرنس "خلافت کے ذریعے ہی ہم امریکی بالادستی کا مقابلہ کریں گے"

حزب التحریر ولایہ تیونس نے اپنا سالانہ خلافت کانفرنس بروز ہفتہ، 2 مئی 2026ء کو دارالحکومت تیونس میں "سیمینارز اینڈ کانفرنسز ہال، سکرا-آریانہ جنکشن" میں منعقد کیا۔ کانفرنس کا عنوان تھا: "خلافت کے ذریعے، ہم امریکی بالادستی کا مقابلہ کریں گے"۔

کانفرنس میں تین اہم موضوعات پر روشنی ڈالی گئی:

1۔ جمہوریت اور جدیدیت کا خاتمہ، اور ایپسٹین تہذیب کا زوال۔

2۔ اسلام اور خلافت... ایک نئے عالمی نظام کی جانب۔

3۔ دعوت اور نصرت کا سنگم، اور خلافت کی سحر۔

ایران کی مذاکراتی حکمتِ عملی: تبدیلیوں اور ثابت قدمی کے درمیان

تحریر: استاد اسعد منصور

(ترجمہ)

2 مئی 2026 کو، فارس نیوز ایجنسی نے اعلان کیا کہ ایران نے پاکستان کے ذریعے امریکہ کی 9 نکاتی تجویز کے جواب میں ایک 14 نکاتی تجویز پیش کی ہے۔ ایرانی تجویز میں اس کی ریڈ لائنز (سرخ لکیریں) شامل تھیں اور جنگ کے خاتمے کے لیے ایک مخصوص روڈمیپ (لائحہ عمل) ترتیب دیا گیا تھا۔ 3 مئی 2026 کو ایرانی تسنیم نیوز ایجنسی نے خبر دی کہ امریکی تجویز میں دوماہ کی جنگ بندی شامل تھی، جبکہ ایرانی تجویز میں تمام تصفیہ طلب مسائل کو 30 دنوں کے اندر حل کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ اس میں جنگ کے مکمل اور حتمی خاتمے، مستقبل کی فوجی جارحیت کے خلاف ضمانتوں، ایران کے گرد و نواح سے امریکی افواج کے انخلاء، بحری ناکہ بندی ختم کرنے، منجمد ایرانی اثاثوں کی واگزاری، ہرجانے کی ادائیگی، لبنان سمیت تمام محاذوں پر دشمنی کے خاتمے، اور آبنائے ہرمز کے لیے ایک نئے میکانزم کے قیام پر توجہ مرکوز کی گئی تھی۔

ایران نے اس سے قبل ایک 10 نکاتی تجویز پیش کی تھی، جس کی اطلاع تسنیم نیوز ایجنسی نے 8 اپریل 2026 کو دی تھی۔ اس تجویز میں جارحیت نہ کرنے کی ضمانتیں فراہم کرنے کے حوالے سے امریکہ کا ایک ابتدائی عزم؛ آبنائے ہرمز پر ایران کا مسلسل کنٹرول؛ ایران کے یورینیم افزودگی کے حق کی قبولیت؛ تمام بنیادی پابندیوں کا خاتمہ؛ تمام ثانوی پابندیوں کا خاتمہ؛ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی متعلقہ قراردادوں کا خاتمہ؛ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEA) کے بورڈ آف گورنرز کی جانب سے جاری کردہ قراردادوں کا خاتمہ؛ جنگی نقصانات کے لیے ایران کو معاوضے کی ادائیگی؛ خطے سے امریکی جنگی افواج کا انخلاء؛ اور لبنان سمیت تمام محاذوں پر جنگ بندی شامل تھی۔ ایجنسی نے بیان کیا کہ "ٹرمپ نے ایرانی شرائط کو مستقبل کے مذاکرات کے لیے ایک بنیاد کے طور پر قبول کر لیا ہے"۔

دونوں تجاویز کی شقوں میں تبدیلیاں موجود ہیں: ایران کا مطالبہ شروع میں "آبنائے ہرمز پر مسلسل ایرانی کنٹرول" تھا، لیکن اب اسے تبدیل کر کے "آبنائے ہرمز کے لیے ایک نیا میکانزم قائم کرنے" میں بدل دیا گیا ہے۔ اسے ایک رعایت (پسپائی) کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔

پہلی تجویز میں "ایران کے یورینیم افزودگی کے حق کی قبولیت" کی شرط رکھی گئی تھی، لیکن دوسری تجویز میں اس شق کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے، اور اسے حذف کرنا دانستہ ہے۔ یہ مذاکرات کا مرکزی مسئلہ ہے، اور اس میں شامل رعایتوں کی حد کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

پہلی تجویز میں "خطے سے امریکی جنگی افواج کا انخلاء" شامل تھا، جبکہ بعد والی تجویز میں صرف "ایران کے گردونواح سے امریکی افواج کے انخلاء" کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے امریکی افواج کا انخلاء صرف ایران کے قریبی علاقوں سے ہو گا، نہ کہ پورے خطے سے۔ یہاں بھی ایک رعایت (پسپائی) واضح ہے۔

ان دو نکات کا انجام بھی اب تک نامعلوم ہے: "اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی متعلقہ قراردادوں کا خاتمہ" اور "آئی اے ای اے (IAEA) کے بورڈ آف گورنرز کی قراردادوں کا خاتمہ"۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان دو نکات کا حصول آسان نہیں ہے، کیونکہ اس میں برطانیہ اور فرانس جیسے دیگر فریق بھی شامل ہیں، جن کا ایران اور امریکہ کے حوالے سے موقف مختلف ہے۔ امریکہ انہیں ایرانی معاملے میں شامل نہیں کرنا چاہتا اور ان سے، اور دیگر یورپی ممالک سے، یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کے تابع رہیں، جیسا کہ اس نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ آبنائے ہرمز کو زبردستی کھولنے کے لیے ایران کے خلاف کارروائی کریں۔ امریکہ کا مقصد 2015 کے ایرانی ایٹمی معاہدے میں شامل دیگر فریقین کو الگ تھلگ کرنا اور ایران کے ساتھ تنہا معاملہ کرنا ہے تاکہ ایک دوطرفہ معاہدہ طے پا سکے۔ 2018 میں صدر ٹرمپ کے پہلے دورِ صدارت میں معاہدے سے دستبرداری کے بعد سے یہی امریکہ کا مقصد رہا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران نے ان دو مطالبات پر سمجھوتہ کر لیا ہے یا ان میں ترمیم کر دی گئی ہے۔ امریکہ ایران کی ایٹمی سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEA) کو بطور آلہ استعمال کرنا جاری رکھے گا، کیونکہ ایران نے 2015 کے معاہدے میں آئی اے ای اے کے کردار کو قبول کیا تھا، جو ایران کے لیے توہین آمیز تھا اور اس نے اس کے ایٹمی پروگرام کو محدود کر دیا تھا، جس کے تحت افزودگی کی سطح تقریباً 3.67 فیصد تک محدود کر دی گئی تھی اور اسے بین الاقوامی نگرانی میں دے دیا گیا تھا۔ یہی وہ چیز تھی جو ان تمام مسائل کا باعث بنی، جس کے نتیجے میں معائنہ ٹیمیں

اچانک ایٹمی ری ایکٹرز میں داخل ہو جاتی تھیں، وہاں ہونے والی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرتی تھیں اور ایسی رپورٹیں بھیجتی تھیں جو بالواسطہ طور پر اس ایجنسی کے ذریعے امریکہ تک پہنچ جاتی تھیں، جس پر امریکہ کا اثر و رسوخ ہے۔ یہ بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایران سینٹری فیوجز کی تعداد بڑھا کر اور افزودگی کی سطح بلند کر کے اپنے ایٹمی پروگرام کو مزید ترقی دینے کے لیے کام کر رہا تھا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ 11 اپریل 2026 کو پاکستان میں امریکی اور ایرانی وفود کے درمیان ہونے والی پہلی ملاقات کے دوران، ایک فریم ورک معاہدہ تقریباً طے پا گیا تھا، جس کی مدت تقریباً 45 دن تھی اور یہ چار سے چھ ماہ تک جاری رہنے والے جامع مذاکرات کا پیش خیمہ تھا۔ تاہم، ایران نے امریکہ پر ان مفاہمتوں سے منحرف ہونے اور ایسے مطالبات پیش کرنے کا الزام لگایا جنہیں اس نے 'حد سے زیادہ' قرار دیا۔ اس کے نتیجے میں مذاکرات کا دوسرا دور منسوخ ہو گیا، جو 21 اپریل 2026 کو پاکستان میں منعقد ہونا تھا، اور ساتھ ہی 25 اپریل 2026 کو دونوں وفود کے درمیان ہونے والی ملاقات بھی منسوخ کر دی گئی۔

27 اپریل 2026 کو امریکی خبر رساں ویب سائٹ 'ایکسیوس' (Axios) نے ایک امریکی اہلکار اور باخبر ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ "ایران نے پاکستانی ثالثوں کے ذریعے ایک نئی تجویز پیش کی ہے جس کا مقصد آبنائے ہرمز کو دوبارہ کھولنے اور جنگ ختم کرنے کے لیے کسی معاہدے تک پہنچنا ہے، جبکہ ایٹمی پروگرام سے متعلق مذاکرات کو بعد کے مرحلے تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اس تجویز پر وزیر خارجہ عراقچی کے دورہ پاکستان کے دوران تبادلہ خیال کیا گیا اور اس میں ترجیحی بنیادوں پر آبنائے ہرمز کے بحران اور ایرانی بندرگاہوں کی امریکی بحری ناکہ بندی کے حل پر توجہ مرکوز کی گئی ہے"۔ بعض لوگوں نے اسے ایران کی مذاکراتی حکمتِ عملی میں ایک بڑی تبدیلی قرار دیا، جس کی قیادت اس کے اعلیٰ ترین حکام کر رہے ہیں، اور جس میں دیگر مسائل پر بات کرنے سے پہلے امریکہ کے ساتھ حالتِ جنگ کے خاتمے کو ترجیح دی گئی ہے۔ ایران کے کلیدی مطالبات میں دشمنی کا مکمل خاتمہ اور اس کے دوبارہ نہ ہونے کی ضمانتیں شامل ہیں۔ اسے نئے ایرانی نقطہ نظر میں ایک مرکزی نکتہ تصور کیا گیا۔

ایران مسائل کو الگ الگ کرنے اور آبنائے ہرمز کے بحران سے آغاز کرنے کی کوشش کر رہا ہے، جبکہ امریکہ تمام معاملات کو ایٹمی مسئلے سے جوڑنے پر اصرار کر رہا ہے اور یورینیم کی حوالگی کو کسی بھی معاہدے کے لیے لازمی شرط قرار دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران، عظیم امریکی فوجی طاقت اور اس کے عالمی اقتصادی و سیاسی اثر و رسوخ کے مقابلے

میں اپنی حیثیت، صلاحیتوں اور حقیقت کو سمجھتا ہے۔ اسی لیے وہ نہیں چاہتا کہ جنگ جاری رہے، بلکہ اس کے بجائے وہ اسے ختم کرنے اور اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے، کیونکہ وہ اپنی زمین اور عوام سے جڑی ایک قومی ریاست(nation-state)ہے۔

ایک قومی ریاست اپنی علاقائی سالمیت اور اپنے عوام کی بقا کو ترجیح دیتی ہے۔ اگر وہ بڑے عزائم رکھتی ہو، تو وہ ایک بااثر علاقائی طاقت بننے کی تگ ودو کرتی ہے۔ اگر اسے یقین ہو جائے کہ ان عزائم کے حصول کے لیے کسی بڑی طاقت کے ساتھ الحاق ضروری ہے، تو وہ ایسا کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گی اور اس پر خطر راستے پر چل پڑے گی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایران نے علاقائی اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لیے کئی دہائیوں تک امریکہ کے ساتھ الحاق کیے رکھا۔ جب ایران اپنی حد سے تجاوز کر گیا اور امریکہ نے اس کی طاقت کو لگام دینے اور اسے ایک تابع ریاست بنانے کی کوشش کی، تو اس نے یہ جارحیت شروع کر دی جس نے ایران کو رعایتیں دینے پر مجبور کر دیا۔

یہ صورتحال ایک نظریاتی ریاست کے بالکل برعکس ہے جو سمجھوتہ کرنے سے انکار کرتی ہے اور ثابت قدمی سے کھڑی رہتی ہے۔ اسے سمجھوتہ کرنا ثابت قدمی کے مقابلے میں کہیں زیادہ مہنگا پڑے گا۔ اگرچہ ثابت قدمی میں نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن بالآخر یہ فتح پر منتج ہوتی ہے۔ سمجھوتہ کرنا ریاست کی تقدیر کے ساتھ جوا کھیلنے کے مترادف ہے۔ یہ یا تو اسے تباہ کر دے گا یا پھر اسے اتنا کمزور اور لاچار بنا دے گا کہ وہ کچھ بھی حاصل کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔

نظریاتی ریاست کسی بھی بڑی ریاست کی محکومی کو مسترد کرتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ کسی بڑی طاقت کے مدار میں گھومنے سے انکار کرتی ہے۔ اس کے بجائے، وہ پہاڑوں کو چیر کر اپنا راستہ خود بناتی ہے یہاں تک کہ وہ اس مقام تک پہنچ جائے جو اس کے شایانِ شان ہو اور وہ اپنے نظریے کو پوری دنیا تک پہنچانے کے قابل ہو سکے۔ اس معاملے کا تصور نبوت کے طریقے پر قائم ہونے والی دوسری خلافتِ راشدہ کے علاوہ نہیں کیا جا سکتا جو انشاء اللہ جلد قائم ہو گی۔

جنگ چوتھے سال میں داخل ہو گئی ہے: سوڈان کس سمت جا رہا ہے؟!

تحریر: استاد ناصر رضا-(ترجمہ)

اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں نے سوڈان کی صورتحال کو دنیا کی سب سے بڑی انسانی تباہی اور بھوک و نقل مکانی کا سب سے بڑا بحران قرار دیا ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کے نائب ترجمان نے بیان دیا کہ "ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد ہلاک اور ایک کروڑ چالیس لاکھ سے زائد بے گھر ہو چکے ہیں، اور یہ المیہ تاحال جاری ہے۔" وزیر سماجی امور نے رپورٹ کیا کہ وزارت نے جنگ کے آغاز سے لے کر اکتوبر 2025 تک عصمت دری کے 1,800 کیسز دستاویزی شکل میں ریکارڈ کیے ہیں، اور ان میں الفاشر اور کردفان کے واقعات شامل نہیں ہیں۔ عصمت دری کے یہ واقعات اکثر خاندان کے افراد کے سامنے کیے جاتے ہیں، اس کے علاوہ خواتین اور بچوں کا اغوا اور ان کی اسمگلنگ بھی جاری ہے، جنہیں بعد ازاں پڑوسی ممالک میں فروخت کر دیا جاتا ہے۔

سوڈان ٹریبیون کی رپورٹ کے مطابق عالمی ادارہ محنت (ILO) نے بتایا ہے کہ بمباری اور حملوں کی وجہ سے 37 فیصد طبی مراکز غیر فعال ہو چکے ہیں، جبکہ عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق 1,858 طبی عملہ ہلاک اور 490 زخمی ہوئے ہیں۔ بے روزگاری کی شرح، جو جنگ سے پہلے 32 فیصد تھی، اب 80 فیصد تک پہنچ گئی ہے، جس کے نتیجے میں 50 لاکھ لوگ اپنی آمدنی کے بنیادی ذریعے سے محروم ہو گئے ہیں۔ مقامی کرنسی کی قدر، جو اپریل 2023 میں 570 سوڈانی پاؤنڈ فی ڈالر تھی، اب گر کر 4,200 پاؤنڈ تک پہنچ چکی ہے۔ کسٹم ایکسچینج ریٹ جنگ کے آغاز میں 18 سے 20 پاؤنڈ تھا، جو پھر 2,769 پاؤنڈ اور اب 3,222 پاؤنڈ تک بڑھ گیا ہے، جس کی وجہ سے اشیاء اور خدمات کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔

مصنف جان للی کی 1579 کی تصنیف 'Euphues' کی مشہور ضرب المثل، "محبت اور جنگ میں سب جائز ہے"، سوڈان کی جنگ میں ہمارے سامنے موجود صورتحال کی بالکل درست عکاسی کرتی ہے۔ یہ ایک دردناک گونج رکھنے والا جملہ بن چکا ہے جسے ان تمام پر تشدد تنازعات کی وضاحت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو اپنے پیچھے ہماری طرح کی تباہ کن صورتحال چھوڑ جاتے ہیں۔ 30 سے زائد ممالک کو اپنی لپیٹ میں لینے والی خانہ جنگیاں، جن میں سے 26 صرف افریقہ میں ہیں، بین الاقوامی استعماری تنازعہ کا مظہر ہیں۔ ان کی وجہ سے کانگو، ایتھوپیا، اریٹیریا اور سوڈان جیسی ریاستوں کی تقسیم ہوئی، جس نے ان ریاستوں کو کمزور کر دیا اور استعماری طاقتوں کو ان نازک، جنگ زدہ اور غریب اکائیوں پر اپنی گرفت

مضبوط کرنے کے قابل بنایا۔ براعظم افریقہ کے قرضے 400ارب ڈالر سے تجاوز کر چکے ہیں، جو اس کی مجموعی جی ڈی پی (GDP) کے 70 فیصد سے زیادہ کے برابر ہیں۔ مزید برآں، ان تنازعات نے اپنے پیچھے 3 کروڑ سے زیادہ بارودی سرنگیں چھوڑی ہیں، جو دنیا بھر کی کل بارودی سرنگوں کا ایک چوتھائی حصہ ہیں!

جنگ اپنے چوتھے سال میں کہاں کھڑی ہے؟

عسکری صورتحال کے حوالے سے، 18 میں سے 11 ریاستیں اب بھی ریپڈ سپورٹ فورسز (Rapid Support Forces) کے کنٹرول میں ہیں، جبکہ بقیہ سات ریاستوں کو مسلسل ڈرون حملوں کا خطرہ لاحق ہے، جن میں اہم انفراسٹرکچر اور فوج کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، اور یہاں تک کہ عام شہریوں کو بھی نہیں بخشا جا رہا۔ ان حالات میں، مسلح گروہوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، خاص طور پر مشرقی اور شمالی سوڈان میں۔ اس وقت 110 سے زائد مسلح تحریکیں موجود ہیں، جن میں سے 90 اس تنازع میں کسی نہ کسی فریق کے ساتھ کھڑی ہیں۔ شمالی اور جنوبی کردفان اور جنوبی بلیو نائل (South Blue Nile) کی ریاستوں تک جنگ کے بڑھتے ہوئے پھیلاؤ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ تنازع کے خاتمے یا فیصلہ کن فوجی فتح کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ ملیشیاؤں کی شناخت میں پایا جانے والا نمایاں تنوع جنگ اور عدم استحکام کی صورتحال کو برقرار رکھنے کے خطرے کو مزید بڑھا رہا ہے۔ نظریاتی بنیادوں پر مبنی مسلح تحریکیں اور ملیشیا موجود ہیں، جن میں 25 اسلام پسند تحریکیں، اور ساتھ ہی علاقائی اور قبائلی گروہ بھی شامل ہیں۔ شمالی سوڈان پہلی بار مسلح ملیشیاؤں کی موجودگی کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ جولائی 2025 میں، محمد سید احمد، جو 'الجاکومی' کے نام سے مشہور ہیں، نے 'ناردرن اینٹیٹی موومنٹ' (Northern Entity Movement) میں 50,000 جنگجوؤں کی تربیت کا اعلان کیا۔ دیگر گروہوں میں شمالی ریاست کی 'اولاد قمر' فورس اور جزیرہ (Gezira) ریاست کی 'پیپلز فورسز آف دی سینٹرل ریجن' شامل ہیں۔

علاقائی، قبائلی، مفاد پرستانہ اور نظریاتی رجحانات کی حامل ملیشیاؤں کے ہاتھوں میں ہتھیاروں کی موجودگی اور ان کا پھیلاؤ صورتحال کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے اور امن کے امکانات کو کمزور کرتا ہے۔

جہاں تک سیاسی حقیقت کا تعلق ہے، موجودہ عسکری اور ملیشیا کی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے، کئی منظرنامے ممکن ہیں، جن میں سب سے نمایاں 'لیبیا کا منظرنامہ' ہے۔ فروری 2025 میں، ریپڈ سپورٹ فورسز نے دارفور کے علاقے میں ایک عبوری حکومت کا اعلان کیا، جس میں حمیدتی نے خود کو اس کا سربراہ قرار دیا۔ دوسری طرف، جنرل برہان کی

حکومت ان ریاستوں میں برقرار رہی جو پورٹ سوڈان حکومت کے زیرِ کنٹرول ہیں، اور اب وہ خرطوم منتقل ہو چکی ہے، بالکل ویسے ہی جیسے لیبیا میں ہوا تھا، جہاں دنیا اب دو حکومتوں کے وجود کو تسلیم کرنے کی طرف بڑھ رہی ہے، اور حال ہی میں دونوں کے لیے ایک مشترکہ بجٹ کا اعلان کیا گیا ہے۔ سب سے خوفناک منظرنامہ سوڈان کا 'صومالیہ' بن جانا (Somalization) ہے، جس کے تحت اسے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے گا: دارفور، مرکز، شمال، مشرق، جنوبی کردفان اور جنوبی بلیو نائل، جیسا کہ صومالیہ کی تین ممالک میں تقسیم کے دوران ہوا تھا۔

سوڈان کی جنگ اور اس کے بعد کے اثرات میں استعماری کشمکش اور اس کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عسکری قوتیں، یعنی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز، سوڈان میں امریکی مفادات کی نمائندگی کرتی ہیں، جبکہ سویلین برطانوی مفادات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

غیر سرکاری تنظیموں کی ایک رپورٹ نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ جنگ کے نتیجے میں نقل مکانی، بے گھری اور قحط پیدا ہوا ہے، لاکھوں خاندان دن میں صرف ایک وقت کا کھانا کھا رہے ہیں، اور بعض اوقات کئی دنوں تک فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ 'ہیومینٹیرین نیڈز اینڈ رسپانس پلان 2026' کے مطابق، سوڈان کی 61.7 فیصد آبادی غذائی قلت کا شکار ہے، جو کہ تقریباً 2 کروڑ 90 لاکھ افراد بنتے ہیں (رائٹرز، 13 اپریل 2026)۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوڈان کو انسانی حقوق کی سنگین پامالیوں اور فنڈز کی کمی کے درمیان دنیا کے سب سے بڑے نقل مکانی کے بحران کا سامنا ہے۔ یو این ایچ سی آر (UNHCR) کی رپورٹ کے مطابق، ملک کے اندر بے گھر ہونے والے افراد کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے۔

یہ صورتحال ان استعماری طاقتوں کی مداخلت کے لیے ایک زرخیز زمین فراہم کرتی ہے جو ملک اور اس کے وسائل کا استحصال کرنا چاہتی ہیں۔ مثال کے طور پر، 'ریپڈ ریسپانس ونڈو' (RRW) کے لیے فراہم کردہ براہ راست امداد کا مقصد امن کے عمل یا امن معاہدے میں خواتین کی شرکت اور اثر و رسوخ کو بڑھانا ہے۔ اسی طرح، معاشی میدان میں، وزیر مملکت برائے خزانہ اور بینک آف سوڈان کے گورنر نے افریقی گروپ کے لیے ورلڈ بینک کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر سے ملاقات کی، اور ساتھ ہی ورلڈ بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کے موسم بہار کے اجلاسوں میں شرکت کی، نیز آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک میں برطانیہ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر سے بھی ملاقاتیں کیں... یہ سب سوڈان کی صورتحال پر اثر انداز ہونے کی کوششیں ہیں۔

مختصر یہ کہ، فوجی اور سویلین قیادت نے ملک کو استعمار کے مفادات کے پاس گروی رکھ دیا ہے۔ وزیر اعظم کامل ادریس نے 18 اپریل 2026 کو ایک پریس کانفرنس کے دوران بیان دیا کہ حکومت اسٹریٹجک منصوبوں کا ایک پیکیج شروع کرنے والی ہے، جن میں سب سے نمایاں "سوڈان مارشل پلان" ہے تاکہ جنگ کی تباہ کاریوں کے بعد تعمیر نو کی جا سکے۔ یہ امریکی وزیر خارجہ جارج مارشل کے دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپ کی تعمیر نو کے منصوبے کی طرز پر تیار کیا گیا ہے، جسے بعد میں 1948 کے مارشل پلان کے نام سے جانا گیا۔ کامل ادریس کے بیانات دراصل برہان کے ان بیانات کی بازگشت ہیں جس میں وہ ملک اور اس کے وسائل امریکہ کو پیش کر رہے ہیں۔ برہان نے 26 نومبر 2025 کو وال اسٹریٹ جرنل میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا: "جب جنگ ختم ہو گی، اور اسے ختم ہونا چاہیے، تو سوڈان امریکہ کا ایک مضبوط شراکت دار بننا چاہے گا۔ ہم علاقائی استحکام کے تحفظ، دہشت گردی کے خلاف جنگ اور اپنے تباہ حال شہروں اور بستیوں کی تعمیر نو میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی کمپنیوں کو تعمیر نو، سرمایہ کاری اور طویل مدتی ترقی میں اہم کردار ادا کرنا ہو گا۔"

ان تمام حقائق سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سوڈان کے عوام کی تقدیر میں سختی، مصائب اور شاید تقسیم اور بربادی ہی لکھی ہے، جب تک کہ مخلص اور باشعور افراد ملک کو اس خطرناک راستے پر پھسلنے سے روکنے کے لیے حرکت میں نہ آئیں۔ یہ مقصد تب تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم کافر مغرب اور اس کے منصوبوں کے وفادار سیاست دانوں اور فوجی حکام کا سیاسی اور فکری اقدامات کے ذریعے محاسبہ نہ کریں جو ان کے منصوبوں اور غداریوں کو بے نقاب کریں۔ اب یہ ناگزیر ہے کہ فوج، سیکورٹی فورسز اور پولیس میں موجود مخلص افراد ان ایجنٹوں اور غداروں کے ہاتھوں سے اقتدار چھین لیں اور خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والوں کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں۔ صرف خلافت ہی استعمار کے ہاتھ کاٹنے، انہیں مسلمانوں کی سرزمین سے نکال باہر کرنے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شریعت نافذ کرنے، مسلمانوں کی حرمت اور وقار کا تحفظ کرنے اور ان کی دولت کو دشمنوں کے بجائے ان کے اپنے ہاتھوں میں محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس عظیم مقصد کے لیے، کوشش کرنے والوں کو بھرپور تگ و دو کرنی چاہیے۔

(وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ) "اور اسی (منزل) کے لیے چاہیے کہ تگ و دو کرنے والے تگ و دو کریں۔" (سورۃ المطففین: آیت 26)

ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے سربراہ

ازبک حکومت اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف جنگ کا ایک نیا مرحلہ

ازبکستان کے قانون ساز ادارے - لیجسلیٹو کونسل - نے ملک کے مسلمان عوام اور ان کی اسلامی اقدار کو نشانہ بنانے کے لیے ایک اور آمرانہ قدم اٹھایا ہے۔ 7 اپریل کو، نمائندگان نے پہلے مرحلے میں ایک ایسے قانونی مسودے کی منظوری دی ہے جس میں "انتہاپسندی کے خلاف جنگ" کے بہانے سزاؤں کے دائرہ کار کو وسیع کرنے کی شرط رکھی گئی ہے۔

اس سلسلے میں، حزب التحریر ازبکستان کے میڈیا آفس سے جاری ہونے والی ایک پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ یہ تبدیلیاں نہ صرف افراد کو نشانہ بناتی ہیں، بلکہ یہ ریاست کے کنٹرول سے باہر غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) اور ایسے تمام گروہوں کو بھی نشانہ بناتی ہیں جو حکومت کے غیر منظور شدہ نظریات کو اپناتے ہیں۔

بیان میں مزید کہا گیا کہ نئے قانون میں غیر سرکاری تنظیموں کو نشانہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی رضاکار گروہ جو مسجد سے باہر اسلام سیکھنے کی کوشش کرے یا معاشرے کے مسائل پر بحث کرے، اسے "انتہاپسند" گروہ قرار دے دیا جائے گا۔ اس کے ذریعے، حکومت معاشرے کے تمام پہلوؤں کو خوف اور مکمل نگرانی کے بوجھ تلے دبائے رکھنا چاہتی ہے۔

پریس ریلیز کے اختتام پر ازبکستان کے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا کہ یہ قانون خود حکومت کے خوف کا ثبوت ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلامی نظریات وسیع پیمانے پر پھیل رہے ہیں اور اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی پکار ملک کے نوجوانوں میں اپنی جگہ بنا رہی ہے۔ اسی لیے وہ "انتہاپسندی" کے نام پر کسی بھی اسلامی سرگرمی پر پابندی لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ جو بھی جابر حکومت اسلام سے لڑتی ہے، وہ صرف اپنی ہی تباہی کو تیز کرتی ہے۔ اور اللہ کے حکم سے منہجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اس کی تباہی قریب ہے۔

اے مصر کی فوج! تمہاری مشقیں یہودیوں کو خوفزدہ کر دیتی ہیں۔ تو کیا ہو گا اگر تم فوجی نقل و حرکت کا اعلان کر دو؟!

نبض (Nabd) ویب سائٹ نے پیر، 27/04/2026 کو رپورٹ کیا کہ "اسرائیلی" کنیسٹ کے رکن زوی سکوٹ (Tzvi Sukkot) نے نیتن یاہو سے اس وقت فوری مداخلت کا مطالبہ کیا جب یہ معلومات سامنے آئیں کہ مصری فوج سرحد سے محض 100 میٹر کے فاصلے پر فوجی مشقیں کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ سخت گیر رکنِ کنیسٹ نے اپنے پیغام میں اس بات پر زور دیا کہ بین الاقوامی سرحد کے ساتھ لائیو فائر (اصلی گولہ باری) پر مبنی مصری فوج کی یہ سرگرمیاں ان کے وجود کی جنگی تیاریوں پر سنگین سوالات کھڑے کرتی ہیں اور اس علاقے کی آبادی کی سلامتی کو متاثر کر سکتی ہیں۔

اخبار الرایہ: اپنے غدار حکمرانوں کے برعکس، امتِ مسلمہ یہودی وجود کو ارضِ مقدسہ (مبارک زمین) پر ایک غاصب وجود کے طور پر دیکھتی ہے، اور اس کا سوائے خاتمے کے کوئی شرعی حل موجود نہیں۔ یہودی سیاست دان اس حقیقت کو پوری طرح سمجھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی وہ امت کی کسی بھی فوج کی طرف سے کوئی حرکت دیکھتے ہیں تو وہ خوف اور اندیشوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ اے مصر کی فوج! یہودی فوج تمہیں انتہائی سنجیدگی سے لیتے ہیں (یعنی تمہاری قوت سے ڈرتے ہیں)۔ اگر تمہارے حکمرانوں نے اس مکار یہودی وجود کے ساتھ غداری کے معاہدے نہ کیے ہوتے، تو وہ محض ان مشقوں ہی سے ذلت اور خوف کی لپیٹ میں آ چکے ہوتے۔ تو پھر تم سیسی کی لگائی ہوئی ان زنجیروں کو کیوں نہیں توڑ دیتے جس نے تمہیں یہودی وجود کا نگہبان بنا دیا ہے؟ بلاشبہ، تم جانتے ہو کہ یہودی وجود کفار کی مغربی ریاستوں اور مسلمانوں کے حکمرانوں کی مدد کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ حکمران تمہیں تمہارے ہی بھائیوں کے مقابلے میں اس کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے ہیں، تم اس رسوائی کو کیسے برداشت کر لیتے ہو؟

تم اس کی بقا کی شہ رگ کیوں نہیں کاٹ دیتے تاکہ یہ فنا ہو جائے اور اس کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ تتر بتر ہو جائیں؟ اے ارضِ کنانہ (ترکش) کے سپاہیو! اس (اعزاز) کا تم سے بڑھ کر اور کون حقدار ہے؟

عراق کا سیاسی منظر نامہ: مسئلہ اور اس کا حل

تحریر: استاد احمد الطائی–ولایہ عراق

(ترجمہ)

پیر کی شام، 27 اپریل 2026 کو، کوآرڈینیشن فریم ورک نے علی فالح الزیدی کو عراق کا وزیر اعظم منتخب کیا۔ یہ فیصلہ نوری المالکی کی نامزدگی کی واپسی، جسے امریکی ویٹو کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور سبکدوش ہونے والے وزیر اعظم محمد السودانی کی دستبرداری کے بعد سامنے آیا۔ اس اقدام کا مقصد کوآرڈینیشن فریم ورک کے اندر پیدا ہونے والے سیاسی تعطل کے نتیجے میں ممکنہ آئینی خلا کو روکنا تھا۔

الزیدی ایک سمجھوتے کے امیدوار ہیں جن کا نام وزیر اعظم کے لیے ابتدائی طور پر نامزد افراد میں شامل نہیں تھا۔ وہ ایک تاجر ہیں اور اس وقت نیشنل ہولڈنگ کمپنی کے بورڈ آف چیئرمین کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں، جو زراعت، لائیوسٹاک، رہائش، رئیل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ، اور بینکنگ و مالیاتی خدمات کے شعبوں میں کام کرتی ہے۔ انہوں نے ساؤتھ بینک کے بورڈ کے چیئرمین کے طور پر بھی کام کیا ہے، جو کہ امریکی پابندیوں کی زد میں ہے۔ انہوں نے اس سے قبل کبھی کوئی سرکاری یا سیاسی عہدہ نہیں سنبھالا۔

امریکی صدر ٹرمپ نے الزیدی کو نئی عراقی حکومت بنانے کے لیے ان کی باضابطہ تقرری پر مبارکباد دی اور حکومت کی تشکیل کے بعد انہیں واشنگٹن کے دورے کی باضابطہ دعوت دی۔ ایک ٹیلیفونک گفتگو کے دوران دونوں رہنماؤں نے عراق اور امریکہ کے درمیان سٹریٹیجک تعلقات اور خطے میں تعاون اور استحکام کو فروغ دینے کے طریقوں پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ ایران نے بھی انہیں مبارکباد دی، اور عراق میں موجود یورپی یونین کے وفد اور سپین سمیت عراق کی اکثر سیاسی جماعتوں نے بھی ان کی تائید کی۔

یہاں ہمیں اس نامزدگی کے بعد عراق کے سیاسی منظر نامے پر روشنی ڈالنی چاہیے، کیونکہ چند اہم نکات کی وضاحت ضروری ہے:

اول یہ کہ، عراق کے مسائل وزیر اعظم کے اعلان سے ختم نہیں ہوئے ہیں۔ وزارتی قلمدانوں کی تقسیم اور ان عہدوں کے حصول کے لیے سیاسی بلاکس کے درمیان مقابلے کی وجہ سے یہ عمل زیادہ پیچیدہ ہے۔ یہ چیلنج مختلف گروہوں کے درمیان تنازعات اور طاقت کی کشمکش کا باعث بن سکتا ہے، خاص طور پر اس لیے کہ وزارتی عہدوں کی تقسیم عموماً ان جماعتوں کے درمیان نزاع کا نقطہ ہوتی ہے جو وہ مفادات حاصل کرنا چاہتی ہیں جنہیں عراقی سیاست دان "انتخابی استحقاق" قرار دیتے ہیں۔ یہ مرحلہ پچھلے مرحلے سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوگا کیونکہ امریکہ نے ایران یا اس کے اتحادی مسلح دھڑوں سے تعلق رکھنے والے کسی بھی امیدوار کی مخالفت کا اعلان کر رکھا ہے۔

شفق نیوز ایجنسی کو ایک ذریعے نے بتایا کہ "کوآرڈینیشن فریم ورک نے وزارتی قلمدانوں کی تقسیم اور ان کے امیدواروں کے ناموں کی نگرانی کے لیے، نامزد وزیر اعظم کے ساتھ مل کر کام کرنے والی ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی ہے، تاکہ وزارتوں پر ہونے والے اختلافات حکومت کی تشکیل میں تاخیر کی رکاوٹ نہ بنیں..."

یہ اقدامات سیاسی قوتوں کے مابین وزارتی قلمدانوں کی تقسیم کے ابتدائی نقشے سے متعلق ہونے والی بات چیت کے ساتھ ساتھ ہو رہے ہیں۔ مذاکرات کے پس پردہ گردش کرنے والی معلومات بتاتی ہیں کہ سبکدوش ہونے والے وزیر اعظم محمد شیاع السودانی کی قیادت میں 'اتحاد برائے تعمیر و ترقی' (ری کنسٹرکشن اینڈ ڈویلپمنٹ کولیشن) ایک کلیدی وزارت سمیت پانچ وزارتیں حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہے، جبکہ 'ائتلاف دولتِ قانون' (اسٹیٹ آف لاء کولیشن) کو وزارتِ پٹرولیم اور ایک اور خدماتی وزارت ملے گی۔ دریں اثنا، قیس الخزعلی کی قیادت میں 'صادقون تحریک' سے توقع کی جا رہی ہے کہ وہ اپنا حصہ بڑھا کر دو وزارتیں اور نائب وزیر اعظم کا عہدہ حاصل کر لے گی۔

سنی کوٹے کے اندر، مذاکرات کا مرکز حلبوسی کی قیادت میں 'حزبِ تقدم' (پروگریس پارٹی) کو وزارتِ اعلیٰ تعلیم کی پیشکش ہے، جبکہ مثنیٰ السامرائی کی قیادت میں 'اتحادِ عزم' (عزم الائنس) کے لیے وزارتِ دفاع پر غور کیا جا رہا ہے۔ وزارتِ خارجہ اور وزارتِ انصاف کے کردستان ڈیموکریٹک پارٹی کے پاس جانے کا امکان ہے، جبکہ وزارتِ ماحولیات اور وزارتِ ثقافت پر 'پیٹریاٹک یونین آف کردستان' کے کوٹے کے طور پر بحث کی جا رہی ہے۔ یہ سب ایک وسیع تر مفاہمت کے فریم ورک کے تحت ہو رہا ہے جو نئی حکومت میں کردوں کی شرکت کو بغداد کے ساتھ حل طلب مسائل کے بارے میں واضح وعدوں سے جوڑتا ہے۔

یہ معاملہ اختلافات اور عہدوں کی خرید و فروخت سے اٹا پڑا ہے، جو بد عنوانی اور چوری چکاری کے لیے ایک زرخیز بنیاد فراہم کرتا ہے۔

دوسرا: دوسرا اہم مسئلہ امریکہ کے ساتھ تعلقات کی از سرِ نو تعریف ہے، بالخصوص امریکہ اور ایران کے درمیان 'ہنی مون' کا دور ختم ہونے کے بعد 'کوآرڈینیشن فریم ورک الائنس' کے تئیں اس کے حالیہ معاندانہ رویے کے پیشِ نظر۔ علاقائی چیلنجز، ایران کے ساتھ جنگ، اور خلیجی ریاستوں کے ساتھ تعلقات اس معاملے کو مزید پیچیدہ بنا دیتے ہیں، جو عراق پر جارحیت کا الزام لگاتی ہیں اور عراقی حکومت کی مسلح دھڑوں کو لگام دینے میں ناکامی کا شکوہ کرتی ہیں۔ یہ مسئلہ موجودہ علاقائی حالات اور جاری جنگ کے انجام سے مشروط ہے۔

تیسرا: عراق کے مسائل محض ایک وزیرِاعظم کی نامزدگی سے حل نہیں ہو سکتے۔ 2003 کے حملے کے بعد سے ملک مسلسل تنزلی کا شکار ہے۔ وہی پرانے مسائل ہر انتخابی چکر میں دوبارہ دہرائے جاتے ہیں، جو امریکی قابضین کے کھینچے ہوئے فرقہ وارانہ اور نسلی بنیادوں پر مبنی سیاسی نقشے کے مرہونِ منت ہیں۔ ملک نے لاکھوں متاثرین، ہمہ گیر کرپشن اور اپنے وسائل کی لوٹ مار کی صورت میں اس کی بھاری قیمت چکائی ہے۔ امریکہ اور ایران کے درمیان قربت ختم ہونے کے بعد اب صورتحال پہلے سے بھی بدتر ہے، جس نے عراق کو امریکہ کے ہتھوڑے اور ایران کے سندان کے درمیان لا کھڑا کیا ہے۔ یہ اس ملک کے لیے قطعی اچھا شگون نہیں ہے جو اندرونی اور بیرونی دونوں لحاظ سے اپنی خودمختاری کھو چکا ہے۔

چوتھا: عراق کے مستقبل کے لیے کسی واضح سیاسی وژن کی تشکیل اس کے بیرونی ماحول سے قطع تعلق ہو کر ممکن نہیں ہے۔ عراق میں سیاسی عمل کا مستقبل امریکہ اور ایران کے تصادم کے نتیجے پر منحصر ہے۔ عراق، خطے کے باقی حصوں کی طرح اس صورتحال کا حصہ ہے، اور اس کی داخلی سکیورٹی کی ابتر صورتحال اور عراقی حکومت اور ریاست کے قابو سے باہر کام کرنے والے مسلح گروہوں کے درمیان آزادانہ فیصلہ سازی کے فقدان نے اسے مزید الجھا دیا ہے۔

پنجم: جب تک ہم اس صورتحال کا حل خود اس مسئلے کے اندر تلاش کرتے رہیں گے، اس وقت تک کوئی حل نہیں ملے گا۔ حل لازمی طور پر باہر سے آنا چاہیے۔ قابض کے مسلط کردہ سیاسی نظام نے یہ تمام مسائل پیدا کیے ہیں، اور ان کو اندر سے حل کرنے کی کوئی بھی کوشش لاحاصل ہے اور یہ صرف مسئلے کو مزید بگاڑے گی۔ لہٰذا، عراق اور باقی مسلم دنیا کی سیاسی

صورتحال کا حل ان مسلط کردہ سیاسی نظاموں سے باہر ہونا چاہیے۔ یہ بیرونی حل امتِ مسلمہ کے عقیدہ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرض کردہ سیاسی، معاشی اور سماجی نظاموں سے ماخوذ ہے۔

چنانچہ، اگر امتِ مسلمہ ایک مستحکم، باوقار اور منصفانہ سیاسی ریاست میں رہنے کی خواہش مند ہے، تو اسے اپنے دین اور اس کے خالص سرچشمے کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اسے ایک ایسی ریاست قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہوگی جہاں حاکمیت (Sovereignty) کا حق صرف اسلامی قانون کو حاصل ہو، اور جہاں اقتدار ان لوگوں کے پاس ہو جن کے تقویٰ، عدل اور صلاحیت پر اسے بھروسہ ہو، اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے مطابق حکمرانی کے لیے ان کی بیعت کرے۔ اس امت کے لیے یہ قطعی زیب نہیں دیتا، جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عزت بخشی اور ایمان کے ذریعے مضبوط کیا، کہ وہ ذلت کی زندگی گزارے، ظالموں کے سامنے سر جھکائے اور مجرموں کا ہاتھ روکنے میں ناکام رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سے دو بھلائیوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے: فتح یا شہادت۔ اس امت کے لیے یہ موزوں نہیں ہے جو کبھی انسانیت کے لیے روشنی کا مینار تھی اور عدل و احسان کے ذریعے نوعِ انسانی کی قیادت کرتی تھی، کہ وہ قوموں کی صف میں سب سے نیچے ہو، اور قتل وغارت، دربدری، اپنے وسائل کی لوٹ مار اور اپنے مستقبل کے فیصلے غیروں کے ہاتھوں کرواکر دشمنوں کا شکار بنی رہے۔

اے مسلمانو! یقین کے ساتھ جان لو کہ تمہیں کوئی عزت، کوئی وقار اور کوئی پر سکون زندگی نصیب نہیں ہوگی سوائے اپنے دین کی طرف واپسی کے، کیونکہ یہی تمہاری اصل قوت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ**﴾ "بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارے لیے ذکر (عزت وبلندی) ہے۔ کیا پھر تم عقل سے کام نہیں لیتے؟" (سورۃ الانبیاء: آیت 10)۔

اے خیر اور ہدایت والی امت! ہم تمہیں اسی عظیم بھلائی کی طرف پکارتے ہیں کہ تم اپنے خالص سرچشمے کی طرف لوٹ آؤ اور اسی سے رہنمائی حاصل کرو، اور اپنی زندگی کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قانون کے مطابق ڈھال لو۔ تاکہ تم دنیا اور آخرت میں حقیقی خوشحالی پاسکو اور وہ بہترین امت بن سکو جیسا اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں دیکھنا چاہتا ہے۔

کیا مالی میں ریاست کے اقتدار کا خلا پُر کرنے کے لیے بغاوت دوبارہ لوٹ آئے گی؟

تحریر: استاد نبیل عبد الکریم

(ترجمہ)

ایک ایسے جغرافیے میں جو بظاہر بین الاقوامی فیصلہ سازی کے مراکز سے بہت دور نظر آتا ہے، آج مغربی مالی میں ایک انتہائی خطرناک خاموش تبدیلی جنم لے رہی ہے، جہاں "ازواد" کا نام ایک بار پھر ابھر رہا ہے۔ یہ ماضی کی کسی بغاوت کی محض ایک یاد نہیں، بلکہ افراتفری کے بطن سے جنم لینے والا ایک نیا منصوبہ ہے۔ "ازواد لبریشن فرنٹ" کا اپنی نئی شکل میں ظہور کوئی الگ تھلگ واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ ان توازنات کے ٹوٹنے کا براہِ راست عکس ہے جنہوں نے برسوں تک ساحل کے خطے پر حکمرانی کی، اور جو اب بین الاقوامی اثر و رسوخ میں کمی اور مرکزی ریاست کے اقتدار کے خاتمے کے بعد دم توڑ رہے ہیں۔

اس ہیجان خیز پس منظر میں، قومی شناخت کے مطالبات اقتدار کی جوڑ توڑ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، اور سیاست افراتفری کی معیشت میں الجھ کر رہ گئی ہے، جس نے ایک ایسا منظر نامہ پیدا کیا ہے جو محض ایک روایتی علیحدگی پسند تنازع سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف زمین کے ایک ٹکڑے کے لیے جدوجہد نہیں ہے، بلکہ دنیا کے نازک ترین خطوں میں سے ایک میں "ریاست" کے تصور کا ایک کڑا امتحان ہے۔

روایتی بغاوت سے سیاسی صف بندی تک: مالی میں ازواد کی بغاوت ایک ساختی تنازع ہے جو 1960 میں اس کی نام نہاد آزادی کے بعد سے برقرار ہے، جس کا محور شمالی علاقے کے "تواریق" (Tuareg) باشندوں کے ازواد کے علاقے میں خود مختاری یا علیحدگی کے مطالبات ہیں۔ اس بغاوت کو شورش، جبر، مذاکرات اور جنگ بندی کے ایک ایسے شیطانی چکر کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو دہائیوں سے خود کو دہرا رہا ہے۔ 2012 میں "نیشنل موومنٹ فار دی لبریشن آف ازواد" (MNLA) کی جانب سے ازواد کے علاقے کی مختصر مدت کے لیے آزادی کے اعلان کے بعد سے، ایسا لگتا تھا کہ تواریق

کا ز ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ تاہم، اس ابھار کو غیر ملکی فوجی مداخلتوں، خاص طور پر فرانس کی قیادت میں "آپریشن سروال" کے ذریعے تیزی سے دبا دیا گیا تھا۔

آج، وہی نظریہ ایک نئے روپ میں دوبارہ سامنے آیا ہے: ایک ایسا بیانیہ جس میں کھلی علیحدگی پسندی کے بجائے خود مختاری اور سیاسی حقوق پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ یہ تبدیلی اعتدال پسندی سے زیادہ طاقت کے توازن کے تحت اختیار کی گئی ایک حکمتِ عملی ہے۔ جہاں تواریق کی پچھلی بغاوتیں روایتی تھیں، وہاں یہ فرنٹ واضح طور پر ایک "ہائبرڈ" (مخلوط) نوعیت کا حامل ہے، جس کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

القاعدہ کے ساتھ شراکت داری میں دو رخی حکمتِ عملی: پہلی بار، ایک علیحدگی پسند فرنٹ القاعدہ سے وابستہ تنظیم "جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین" (JNIM) کے ساتھ اس انداز میں تعاون کر رہا ہے، جس میں کرداروں کی واضح تقسیم موجود ہے۔ تواریق کا محور شمال میں اپنے کنٹرول کو بڑھانا ہے، جبکہ جنگجو ریاست کے اسٹریٹجک مراکز پر حملے کر رہے ہیں، جس سے ایک پیچیدہ مساوات جنم لے رہی ہے۔ اس حوالے سے الجزیرہ کے 28 اپریل 2026 کے ایک مضمون بعنوان "JNIM اور ازواد لبریشن فرنٹ کا اتحاد: ایک وقتی ضرورت کا رشتہ یا تزویراتی تبدیلی؟" میں رپورٹ کیا گیا تھا۔

جغرافیائی سیاسی خلا سے فائدہ اٹھانے کا وقت: 2023 کے آخر میں اقوام متحدہ کے مشن (MINUSMA) کی واپسی اور مالی میں ویگنر گروپ کے معاہدے کے خاتمے نے منظر نامے میں ایک خلا پیدا کر دیا اور اثر و رسوخ کی از سر نو ترتیب کا دروازہ کھول دیا۔ جہاں "سہارا 24 ریڈیو لائیو" کے مطابق رپورٹ کیا گیا کہ "روسی گروپ نے مالی حکومت کے ساتھ اپنا سرکاری مشن مکمل کرنے کا بیان دینے کے بعد، 6 جون 2025 کو باضابطہ طور پر اپنے معاہدے کے خاتمے کا اعلان کیا"۔ یہ صورتحال مالی کے حکام کو دو راستوں کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے: یا تو وہ فوجی آپشن کو جاری رکھیں، جو بدلتی ہوئی گوریلا جنگ کے سامنے محدود ثابت ہوا ہے، یا پھر ریاست کے باقی ماندہ حصے کو بچانے کے لیے مسلح گروہوں اور علیحدگی پسند قوتوں کے ساتھ مشکل مذاکرات کو قبول کریں۔ اس طرح ملک سیاسی عدم استحکام کے ایک ایسے دور کی طرف بڑھ رہا ہے جو اقتدار کے ڈھانچے میں تبدیلی یا طویل مدتی ہنگامی حالت کے اعلان پر ختم ہو سکتا ہے۔ **تاریخ کو دوبارہ لکھ کر ایک اخلاقی فتح (کیدال پر دوبارہ قبضہ):** رپورٹوں کے مطابق، 25 اپریل 2016 کو ملک کو فوجی مقامات اور اڈوں کو نشانہ بنانے والے حملوں کا سامنا کرنا پڑا، جس کے نتیجے میں وزیر دفاع سادیو کامارا اور ان کی اہلیہ سمیت دیگر افراد ہلاک ہوئے۔

دارالحکومت بماکو میں مودیبو کیٹا انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے گردونواح میں بھی اکادکا دھماکوں کی اطلاع ملی، اور دور شمال میں واقع شہر کیدال باغیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اس شہر پر دوبارہ قبضہ، اس کے ابتدائی دوبارہ قبضے کے تین سال سے بھی کم عرصے کے بعد، بماکو کے فوجی نقطہ نظر کی ناکامی کا اعتراف سمجھا گیا، جس نے روسی کرائے کے فوجیوں کے دستوں کی حمایت پر بہت زیادہ انحصار کیا تھا، جنہیں ایک میدانی معاہدے کے تحت پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا (افریقی سیکورٹی اسٹڈیز سینٹر، 29 اپریل 2016 کے مطابق)۔

سب سے اہم سوال اب بھی یہی ہے: اب کیوں؟

فرنٹ کی تشکیل کا فیصلہ مالی کی ساختی خامیوں میں جڑے اس جمع شدہ غصے کا نتیجہ ہے۔ اس کی سیاسی بنیادیں معاہدوں، خاص طور پر الجزائر معاہدے (جنوری 2014) پر عملدرآمد میں بار بار ہونے والی ناکامی میں پوشیدہ ہیں۔ 2015 کے الجزائر معاہدے کی منسوخی ایک اہم موڑ ثابت ہوئی، جس نے تواریق دھڑوں سمیت مسلح گروہوں کے ساتھ لڑائی کو دوبارہ بھڑکا دیا۔ اس کشیدگی نے ازواد کی بعض تحریکوں کے لیے خود کو ایک زیادہ مؤثر اور متحد فریم ورک کے اندر دوبارہ منظم کرنے کی ضرورت کو اجاگر کیا۔ اس فرنٹ کی تشکیل حکمران فوجی جنتا کی طرف سے ورثے میں ملنے والی فوجی کشیدگی کا براہِ راست ردعمل تھی۔

سٹریٹیجک طور پر، فرنٹ کی چھتری تلے موجود دھڑوں نے ایک ایسے متحد ادارے کے ذریعے مستقبل کے کسی بھی خطرے کو پہلے ہی بھانپنے کی کوشش کی جو اجتماعی دفاع کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بدقسمتی سے، صورتحال دو اہم کھلاڑیوں کے درمیان ایک مہلک رقص کی مانند ہے:

ازواد نیشنل لبریشن فرنٹ (تواریق علیحدگی پسند)، جس کی نومبر 2014 میں تشکیل شمالی مالی میں جمع شدہ سیکورٹی اور سیاسی پیش رفت کا براہِ راست نتیجہ تھی۔ ان پیش رفتوں نے خطے میں مسلح کرداروں کے منظرنامے کو بدل کر رکھ دیا۔ یہ فرنٹ ازواد کے لیے حقِ خودارادیت اور بیرونی حمایت حاصل کرنے کے لیے معتدل جواز کے ساتھ ایک طرح کی خودمختاری چاہتا ہے، لیکن اسے اپنے اتحاد کی کمزوری اور مستقبل میں ٹوٹ پھوٹ کے خدشے کا سامنا ہے۔

اور "جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین" (جنگجو): 2017 میں القاعدہ سے منسلک کئی گروہوں کے انضمام کے بعد یہ جماعت ایک غالب قوت کے طور پر ابھری۔ اس کے نتیجے میں حملوں میں شدت آئی اور شمالی مالی میں اس کے کنٹرول میں وسعت پیدا ہوئی۔ یہ گروہ اس مساوات میں ایک اہم کردار بننے کے لیے حقیقت پسندانہ طرزِ عمل اپنا رہا ہے، اور متضاد

نقطہ نظر کے درمیان خلیج کو پاٹنے کے لیے ایاد آغ غالی جیسی ثالث شخصیت کی قیادت سے فائدہ اٹھا رہا ہے (الجزیرہ نیٹ، 28اپریل2016)۔

فرنٹ کی تشکیل شمالی مالی میں سیکورٹی اور سیاسی حالات کی تبدیلی کا براہِ راست نتیجہ تھی۔ اس شدید نزاکت کے پیشِ نظر، مالی کی صورتحال ایک مکمل خانہ جنگی کی طرف بڑھ سکتی ہے، جس میں دارالحکومت کو مسلسل نشانہ بنایا جارہا ہے اور فرنٹ گاؤ(Gao) اور ٹمبکٹو (Timbuktu) جیسے بڑے شہروں کی طرف پھیل رہا ہے، جس سے ملک کے ایک طویل علاقائی تنازع میں گھر جانے کا خطرہ ہے۔ متبادل کے طور پر، ہم ریاست کے بکھرنے اور صومالیہ کی طرح لسانی بنیادوں پر چھوٹی ریاستوں (کینٹنز) کی تشکیل کا منظر نامہ دیکھ سکتے ہیں، جس سے الجزائر اور موریطانیہ جیسی علاقائی مداخلتوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی مداخلتوں کی گنجائش پیدا ہوگی، خاص طور پر اثر و رسوخ کے لیے جاری مقابلے اور پورے خطے میں سرایت کرنے کی خواہش کے پیشِ نظر۔

لہٰذا، ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ محض ایک نئی بغاوت نہیں، بلکہ مالی میں مرکزی ریاست کے ماڈل کی ایک عبرتناک ناکامی ہے۔ ازواد فرنٹ اب محض خود مختاری کا مطالبہ کرنے والا ایک باغی گروہ نہیں رہا، بلکہ یہ ایک ساختی بحران بن چکا ہے جس کا حل بماکو میں موجود فوجی جنتا کو یا تو مذاکرات کے ذریعے نکالنا ہوگا یا پھر جبر و تشدد کے اس طریقے کو جاری رکھ کر جو بار بار ناکام ثابت ہو چکا ہے۔

بدقسمتی سے، مسلمانوں کی سرزمینیں مختلف بہانوں سے ہر کس و ناکس کے استحصال کا شکار ہیں، جب تک کہ ان کی حفاظت کے لیے کوئی "خلیفہ" موجود نہ ہو۔ اس لیے خاص طور پر افریقہ کے عوام اور عام طور پر تمام مسلمانوں کو ایک باوقار زندگی کی طرف لوٹنا چاہیے جس کی اقدار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے نفاذ سے ماخوذ ہوں، اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کو پورا کرنے کی جدوجہد کرنی چاہیے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔" (مسند احمد)

اس طرح، ہم عصبیت اور فرقہ واریت کی زنجیروں سے آزاد ہو جائیں گے اور اسلام کے سانچے میں اسی طرح متحد ہو جائیں گے جیسے ہم کبھی تھے؛ یعنی ایک ایسے خلیفہ کے سائے تلے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں، دونوں کے معاملات کی یکساں دیکھ بھال کرے اور پوری دنیا میں عدل و انصاف اور علم کی روشنی پھیلائے۔ اے اللہ! ہمارے لیے نبوت کے نقشِ قدم پر "خلافتِ راشدہ" کے قیام میں جلدی فرما۔

مصر کی تیل کی کمپنیوں کی نجکاری شرعی قانون کی رو سے باطل ہے

مصری حکومتی ذرائع نے تیل اور گیس کے شعبے کی 10 بڑی کمپنیوں کی ایک فہرست تیار کرنے کا اعلان کیا ہے تاکہ غیر ملکی اور مقامی سرمایہ کاروں کے لیے مصری سٹاک ایکسچینج میں ان کے حصص (شیئرز) پیش کیے جا سکیں۔ ذرائع نے وضاحت کی کہ یہ قدم 'ریاستی ملکیتی پالیسی دستاویز' (State Ownership Policy Document) کے دائرہ کار میں اٹھایا گیا ہے، جس کا مقصد ہنگامی بنیادوں پر ڈالر کی صورت میں نقد رقم (liquidity) فراہم کرنا اور عوامی بجٹ پر دباؤ کم کرنا ہے۔ مزید یہ کہ اسٹریٹجک سرمایہ کاروں کی شمولیت سے ان تزویراتی اثاثوں کے انتظام کو بہتر بنانے اور بین الاقوامی معیارات کے مطابق ان کی پیداواری صلاحیت بڑھانے میں مدد ملے گی۔

اخبار الرایہ: وہ شرعی حقیقت جسے موجودہ نظام نظر انداز کر رہا ہے، یہ ہے کہ تیل اور گیس عوامی ملکیت ہیں، نہ کہ ریاست کے ملکیتی اثاثے جن کی سٹاک مارکیٹ میں تجارت کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**الْمُسْلِمُونَ**

شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْكَلَأ وَالْمَاءِ وَالنَّارِ» "مسلمان تین چیزوں میں شراکت دار ہیں: چراگاہ، پانی اور آگ۔"

اور سوال یہ ہے کہ: اگر مقصد ملکیت کے دائرے کو وسیع کرنا اور مصری عوام کو اپنے ملک کی دولت میں حصہ دار بنانا ہے، تو کیا اس نظام میں اتنی جرات ہے کہ وہ ایک ایسا تاریخی فیصلہ جاری کرے جس کے تحت لوگوں کو بینکوں سے اپنی جمع پونجی اور ڈیپازٹس فوری طور پر اور بغیر کسی پابندی کے نکالنے کی اجازت دی جائے؟ تاکہ وہ خود کو قدر کھوتی ہوئی کاغذی کرنسی کے تسلط سے آزاد کرا سکیں اور اسے ان منافع بخش کمپنیوں کے حقیقی حصص خریدنے کے لیے استعمال کر سکیں؟ اس کا جواب یقیناً 'نہیں' میں ہے۔ یہ نظام بخوبی جانتا ہے کہ اگر لوگوں نے اپنی رقم واپس نکالنے کی کوشش کی تو بینکنگ کا سارا نظام دھڑام سے نیچے آگرے گا، اس لیے وہ عوام کو تو مسلسل گھٹتے ہوئے ڈیپازٹس کے جال میں پھنسائے رکھنا پسند کرتا ہے، لیکن دوسری طرف غیر ملکی سرمایہ کاروں اور خودمختار فنڈز (sovereign funds) کے لیے دروازے چوپٹ کھول رکھے ہیں تاکہ وہ معیشت کی شہ رگ پر قبضہ کر سکیں۔

اے مصری فوج! تاریخ ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی جنہوں نے اپنی ذمہ داریوں سے منہ موڑا، اور امت ان لوگوں کو کبھی نہیں بھولے گی جنہوں نے اس کے ساتھ غداری کی، جبکہ اس کی دولت ڈالروں کی خاطر بیچی جا رہی ہے۔ یہ دین، غیرت اور سرزمین کی امانت ہے۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی صاحبِ بصیرت ایسا نہیں جو اس معاشی خون ریزی کو روکے اور امت کے چھینے ہوئے اقتدار کو بحال کرے؟

اے پاک فوج کے مخلصو! ایک سنہری موقع جسے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہرگز ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے!

اے پاک فوج کے مخلص افسر و اور جوانو! اس امت کی مظلوم بیٹیوں کی اس مشترکہ پکار کو سنو جو تمہاری طرف متوجہ ہے، آخر تمہارے پاس کیا عذر باقی ہے؟ تمہارے پاس ٹینک، طیارے اور بھاری اسلحہ موجود ہے، تم اپنی فوجی طاقت پر فخر کرتے ہو اور دنیا کو دکھانے کے لیے اپنے سینوں کو تمغوں سے سجاتے ہو، لیکن تم اپنی بہنوں کو اس کچل دینے والے ظلم سے نجات دلانے کے لیے ایک بٹالین تک حرکت میں نہیں لاتے؟

اللہ تعالی نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ایک سنہری موقع کھول دیا ہے، امریکہ کی جھوٹی برتری پاش پاش ہو رہی ہے، اور اس نام نہاد مقدس عالمی نظام کو خود اسے بنانے والوں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے کیا جارہا ہے۔ استعماری طاقتیں منتشر اور زوال پذیر ہیں، اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ حقیقی مردوں والا قدم اٹھاؤ! اپنے غدار حکمرانوں کی زنجیریں توڑ دو اور اس امت کے انصار بن جاؤ!

اگر تم حرکت میں نہ آئے، تو آسیہ، عافیہ اور اس امت کی لاتعداد مظلوم بیٹیوں کی خاموش پکاریں اور بہتے ہوئے آنسو قیامت کے دن تمہارے خلاف ایک بڑی گواہی بن کر کھڑے ہوں گے۔ یہ غداری کا ایک ہولناک بوجھ ہے—وہ بوجھ جسے تم زمین و آسمان کے خالق کے سامنے کھڑے ہو کر برداشت نہیں کر پاؤ گے۔ یہ غاصبانہ قبضہ عارضی ہے، اور اللہ کے حکم سے اسلام کی فتح ناگزیر ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالی فرماتا ہے: **يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ** ﴿"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں، لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ لگے۔" [سورۃ التوبہ: آیت 32]

امت تمہاری نصرت کی منتظر ہے، کیونکہ صرف خلافتِ راشدہ ہی اس امت کی بیٹیوں کو کفار (کے چنگل) سے نجات دلائے گی۔ اے پاک فوج کے افسرو! اگر تم اب بھی حرکت میں نہ آئے، تو دنیا میں تمہارے لیے کیسی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اللہ کو کیا جواب دو گے! اپنی بیڑیاں توڑ دو اور مظلوموں کی مدد کرو۔